دھوپ ڈھل جائے گی

نادیہ فاطمہ رضوی

روُنمائی کا تحفہ پسند آیا مژگان بیگم؟" سلگتے ہوئے انگارے کی مانند سنسناتا لہجہ اور خنجر کی نوک کی طرح" کٹیلے الفاظ' جس نے اس کی تمام حسوں کو مفلوج کر دیا تھا۔ آنکھوں میں تمسخرانہ رنگ لئے وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے استفسار کر رہا تھا اور دوسری جانب مژگان حیدر پتھر کا بت بنی بس ایک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ کہ ابھی وہ کہے گا "ارے مژگان میں تو مذاق کر رہا تھا۔ اور وہ کہے گی کہ یہ کیسا مذاق ہے جس نے میری جان ہی نکال دی۔" لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا وہ ہنوز تنفر و تحقیر کے رنگ چہرے پر سجائے کسی فاتح جنرل کی طرح اپنی جیت کے نشے میں ڈوبا مکروہ ہنسی ہنس رہا تھا۔

کیا ہوا' خوشی سے سکتہ ہو گیا؟" وہ اس کے قریب آ کر انتہائی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر بولا۔ اس" سمے مژگان کے منجمد ذہن نے شعور کی وادی میں قدم رکھا۔ وہ انتہائی تیزی سے پیچھے ہٹتی چلی گئی۔ مارے استعجاب و صدمے کے اسے لگا جیسے اس کا سارا جسم شل ہو گیا ہو اور زبان جیسے کٹ گئی ہو۔ مژگان کی ساکت و صامت آنکھوں میں حیرت و بے یقینی اور غم و غصے کے رنگ بیک وقت ابھرے تھے۔

یہ... یہ کیا ہے آزر ملک؟" انتہائی دقتوں سے اس نے اپنے حلق سے یہ الفاظ نکال کر ہونٹوں کی جانب" دھکیلے۔ "مم میرا قصور کیا ہے؟" ہونٹ ایک بار پھر ساکت ہو گئے۔ وہ ابھی تک پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے ہاتھ میں پکڑے پیپر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کاغذ کے پرزے کو رنج و صدمے سے دیکھتی تو کبھی حیرت و استعجاب میں گھر کر سامنے کھڑے آزر ملک کو۔ جو کل رات ہی اسے بیاہ کر اپنے گھر میں لایا اور ساری رات گزرنے کے بعد جب فجر کے وقت کمرے میں قدم رنجہ فرمائے تو رونمائی میں یہ کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا اسے تھما دیا۔ جس نے اس کی ذات کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔ جس نے اسے شدید غم و صدمے کی عمیق وادیوں میں دھکیل دیا تھا اور صرف ایک ہی پل میں اس کی جگنو جیسی آرزوئیں تتلی کی مانند رنگ برنگی خواہشات' وہ سنہرے خواب اور روپہلے ارمان جو وہ اپنے پلّو میں باندھ کر لائی تھی راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ یہ پرزہ نہیں آگ کا ایسا گولہ تھا جس نے اس کی روح کو پوری طرح سے جھلسا کر رکھ دیا تھا۔ جس نے اسے زمین میں پڑے اس سوکھے پتے کی مانند حقیر کر دیا تھا جو لوگوں کے قدموں تلے آ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا

ہے۔ روح تو اس کی ریزہ ریزہ ہو ہی گئی تھی اب وہ اس جسم کو کیسے بچائے گی۔ وہ بخوبی جانتی تھی کہ ایک طلاق یافتہ لڑکی کو معاشرے میں موجود زہریلے ناگ کیسے قدم قدم پر ڈسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک طلاق یافتہ لڑکی "لڑکی" نہیں رہتی بلکہ ایک انتہائی ترحم آمیز چیز بن جاتی ہے جس سے ہر کوئی بناوٹی ہمدردی جتا کر اپنے مفاد پورے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

آہ آذر ملک...! تم نے میرے کس گناہ کی اتنی بھیانک سزا دی ہے کہ میری ہستی مٹی بھی ہو جائے گی" لیکن یہ سزا ختم نہیں ہوگی۔" مژگان جو رات بھر آذر کے کمرے میں نہ آنے کی وجہ سے عجیب قسم کے خوف و خدشات میں گھر گئی تھی۔ وہی خوف و خدشات حقیقت کا پیراہن پہنے اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔

دکھ کی تند و تیز لہر نے اس کے وجود کو پوری طرح سے لپیٹ میں لے لیا' وہ بے تحاشا رو دی۔ آذر ملک اسے پھوٹ پھوٹ کے روتا دیکھ کر ایک لمحے کو نادم سا ہوا لیکن اگلے ہی پل انتقام و بدلے کی آگ تیزی سے بھڑک اٹھی۔ جسے مژگان کے آنسو بھی بجھانے میں ناکام رہے۔

ہاں... ایسے ہی وہ بھی تو روئی تھی۔ اپنی بربادی پر' کتنی بے بسی تھی اس کی آنکھوں میں' کتنی بے" چارگی تھی اس کی سسکیوں میں' کتنا اذیت ناک کرب تھا اس کے چہرے پر' جیسے وہ جان کنی کے عالم سے گزر رہی ہو۔" آذر ملک خود فراموشی کے عالم میں بولتا چلا گیا۔ مژگان نے بے حد چونک کر سر اٹھایا۔

آج میرا انتقام پورا ہو گیا مژگان حیدر! جس کی آگ میں' میں پورے دو سال سے جل رہا تھا۔ میرا دل سلگتا ہوا انگارہ بن گیا تھا۔ لیکن آج' آج میں پرسکون ہو گیا۔" وہ سرشاری سے بولا۔

کون وہ... آذر ملک کون وہ؟ جس کا انتقام تم نے مجھ سے اتنا بھیانک لیا۔ آخر کیا بگاڑا تھا میں نے اس کا'" جس کے جواب میں تم نے مجھے صرف ایک رات بعد ہی طلاق۔" وہ ہذیانی انداز میں بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ آنسوؤں کا گولہ گویا حلق میں پھنس سا گیا۔

شکر کرو مژگان حیدر' میں نے تمہارے ساتھ کچھ رعایت برتی ہے بلکہ کافی رعایت برتی ہے۔ کیونکہ میں" کامران حیدر کی طرح اتنا رذیل اور بدکار آدمی نہیں ہوں' اگر ایسا ہوتا تو تمہارے ساتھ اتنا برا سلوک کرتا

کہ تمہارے خاندان کی سات نسلیں بھی اسے فراموش نہیں کر پاتیں۔" وہ تنفر آمیز لہجے میں انتہائی رعونت سے ہنکارا بھرتے ہوئے بولا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں گویا شعلے لپک رہے تھے۔
کامران بھیا۔" اس کا وجود جیسے زلزلوں کی زد میں آگیا۔ "تم... تمہاری کامران بھیا سے کیا دشمنی" تھی؟ جس کا تاوان تم نے میری ہستی کی دھجیاں اڑا کے وصول کیا؟" مژگان حیرت کے سمندر سے بمشکل خود کو نکال کر بولی۔
کامران حیدر جو مژگان کا سگا بھائی تھا۔ جو دو سال پہلے ہی اپنی خالہ زاد روما سے شادی کر کے آسٹریلیا" جا بسا تھا۔ آخر اس نے ایسا کیا کیا؟ جس کا انتقام آذر ملک نے مجھ سے لیا۔ مژگان کے دماغ میں یہ سوال بری طرح چکرانے لگا۔

آذر پلیز' مجھے بتاؤ بھیا نے ایسا کیا کیا تھا جس کے بدلے میں تم نے میری زندگی برباد کر دی۔" وہ انتہائی" بے چینی و بے قراری کے عالم میں بولتے بولتے پھر سے رو دی۔
اونہہ... میں چاہتا تو کامران کو جان سے مار کر بھی اپنا انتقام پورا کر لیتا لیکن جو سزا میں نے اسے" تمہارے ذریعے دی ہے وہ اسے کبھی سکون سے نہیں رہنے دے گی اور یہی میں چاہتا ہوں کہ اسے قبر میں بھی سکون نہ ملے۔" وہ زہر خند لہجے میں بولتا ہوا مژگان کو انتہائی سفاک لگا۔ "تمہارے بھائی نے دو سال پہلے اپنی کلاس فیلو نشاء کی زندگی برباد کر دی۔ اسے محبت کے پر فریب جال میں پھنسا کر اس سے زندہ رہنے "کا حق تک چھین لیا اور خود اپنی خالہ زاد سے شادی کر کے آسٹریلیا بھاگ گیا۔
مژگان کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کے جسم پر بم باندھ کر اس کے وجود کو اڑا دیا ہو۔
وہ کمینہ میری بہن کو ذلت و رسوائی کے اندھیروں میں دھکیل کر خود زندگی کی روشنیوں و رعنائیوں کی" طرف پلٹ گیا اور میری معصوم بہن نشاء نے بدنامی کے خوف سے خودکشی..." بولتے بولتے آذر کی آواز "... بھرا گئی "اور میری ماں جو ہم دونوں کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھی اس صدمے سے وہ بھی

آذر کے کرب آمیز لہجے میں کتنے ہی آنسوں اور سسکیاں پوشیدہ تھیں۔ اس سمے وہ مژگان کو بہت بکھرا بکھرا سا لگا۔

اور تم نے آذر ملک اس نشاء کا بدلہ لینے کے لئے ایک دوسری نشاء کی ذات کا' اس کی پر غرور ہستی کا شیشہ" اتنی طاقت سے توڑا کہ جس کی کرچیاں دور دور تک بکھر گئیں لیکن تمہارا شکریہ آذر ملک کہ تم نے میری عزت کے آبگینے پر کیچڑ کا کوئی چھینٹا نہیں مارا۔ وہ آبگینہ ہنوز شفاف و چمکدار ہے لیکن اس بات کا یقین کون کرے گا۔" وہ دکھ اور بے بسی سے سوچ گئی۔

تمہارے اس ذلیل بھائی نے مژگان حیدر..." آذر کی دھاڑ اسے یک لخت حال کی دنیا میں لے آئی۔"

مژگان اسے سہم کر دیکھنے لگی۔ "تمہارے بھائی نے ہمارے ہنستے بستے گھر کو جو خوشیوں کا گہوارہ تھا قبرستان بنادیا۔ ہماری پر بہار زندگی میں ہمیشہ کے لئے خزاں کے موسم کو ٹھہرادیا۔ اور میری معصوم بہن نشاء جو خواہشوں اور خوابوں کے جھولے میں جھولا کرتی تھی۔ اسے لحد کی اندھیری گود میں سلادیا۔" وہ ہذیانی انداز میں مژگان کے کندھے جھنجوڑتے ہوئے بولے گیا۔ پھر یکدم انتہائی نفرت کے عالم میں اسے دروازے کی طرف دھکیلا۔ "نکل جاؤ' ابھی' اور اسی وقت۔" مژگان اس اچانک افتاد پر سنبھل نہ سکی اور منہ کے بل زمین پر گری۔ آذر مٹھیاں بھینچے اپنے اشتعال پر کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مژگان جلدی سے گھبرا کر اٹھی اس وقت وہ بالکل وحشی جانور لگ رہا تھا اور جانور کا کوئی بھروسہ نہیں کہ وہ کس وقت کیا کر ڈالے اور جب انسان وحشی بن جائے تو پھر درندے سے بھی زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔

جاؤ مژگان بی بی جاؤ... سب کو اپنی پاکدامنی کا یقین دلاؤ۔ اپنے خاندان کو بتاؤ کہ تم ایک رات کی ان چھوئی دلہن ہو اور ہاں... اپنے بھیا سے کہہ دینا کہ نکاح کے کاغذ کے عوض آذر ملک نے تمہیں ایک رات کے لئے خریدا تھا۔" مژگان نے اپنا حنائی ہاتھ اپنے ہونٹوں پر سختی سے جماتے ہوئے اپنی چیخوں کا بمشکل گلا گھونٹا۔ آنکھوں سے سیل رواں تھا۔ "ویسے میں اس لائسنس کا فائدہ رات کو بخوبی اُٹھا سکتا تھا لیکن..." وہ

انتہائی بے باکی سے بولا۔ مژگان بری طرح کانپ گئی۔ "لیکن مائی ڈارلنگ، مائی لوفرحین نے مجھے اپنی قسم دے کر روکا۔" اچانک دھڑ کی آواز سے دروازہ کھلا اور ایک انتہائی خوبصورت سی لڑکی نخوت سے ناک چڑھائے پیشانی پر لاتعداد شکنیں سجائے اندر آئی۔

آذر! تم نے اسے ابھی تک فارغ نہیں کیا؟" وہ رعونت بھرے لہجے میں تنک کر بولی۔"

بس ڈارلنگ۔" وہ لگاوٹ آمیز لہجے میں بولا۔"

اب یہاں کھڑے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ رسوائیاں خود اس کے پاس آکر اس کے گلے لگ گئی تھیں۔ ذلت سے اس کا دامن پر ہو چکا تھا۔ توہین واہانت کی تمام سوئیاں اس کے پورے جسم میں پیوست ہو چکی تھیں۔ وہ چپ چاپ "طلاق نامہ" ہاتھ میں لئے باہر آگئی جہاں آذر کا ڈرائیور اس کا منتظر تھا۔

ارے لڑکیو! جلدی کرو مژگان کا ناشتہ لیٹ ہو رہا ہے۔ وہ بیچاری ہمارا انتظار کر رہی ہوگی۔" مسز حیدر" جلدی جلدی سب لڑکیوں سے مژگان کے ناشتہ کے لئے لوازمات تیار کروا رہی تھیں۔ "آج میری گڑیا اپنے سسرال میں پہلی بار ناشتہ کرے گی، لہٰذا کسی چیز کی کمی نہیں ہونی چاہئے۔" کل رات ہی تو ان کی ننھی گڑیا اپنے پیا کے سنگ دوسرا جہاں آباد کرنے چلی گئی تھی اور صرف ایک ہی رات میں وہ ان کا آنگن سُونا کر گئی تھی۔ مسز حیدر نے حیدر صاحب کے انتقال کے بعد اپنے تینوں بچوں کو بہت محنت اور شفقت سے پالا تھا۔ دس سال پہلے حیدر صاحب اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث عدم کو سدھار گئے تھے۔ اس وقت مہران حیدر اپنی تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے۔ جبکہ کامران حیدر میٹرک کا اسٹوڈنٹ تھا اور مژگان چھٹی جماعت میں تھی۔ حیدر صاحب اپنا چلتا ہوا لیدر کا بزنس چھوڑ کر مرے تھے جس کو مہران حیدر نے انتہائی خوش اسلوبی سے سنبھال لیا تھا۔ مسز حیدر نے اپنے شوہر کی زندگی میں ہی مہران حیدر کی اور اپنی چھوٹی نند اسے ہمیشہ شادی اپنی بھانجی عظمیٰ سے کردی تھی جو کافی تیز طرار اور چالاک تھی۔ ساس تنکے کی مانند آنکھوں میں کھٹکتی تھیں۔ جبکہ مسز حیدر کا سلوک اپنی بہو کے ساتھ شفقت آمیز تھا۔ عظمیٰ بیگم

فی الحال مصلحت و خاموشی کی چادر اوڑھے ہوئے تھیں۔ کیونکہ عظمیٰ کے باپ محبوب مرزا نے مہران حیدر کا سرپرست بن کر اس کے بزنس میں اپنا کافی کنٹرول رکھا ہوا تھا۔ عظمیٰ سے چھوٹی روما بھی خاصی مکار تھی۔ نجانے کب اس نے کامران حیدر کو اپنی زلف کے شکنجے میں جکڑ لیا تھا۔ مسز حیدر کو کوئی اعتراض نہیں تھا، لہٰذا دونوں کو منگنی کے بندھن میں باندھ دیا تھا۔ اس رشتے سے عظمیٰ بیگم بہت خوش تھی کیونکہ اس طرح گھر میں پورا ہولڈ صرف ان کا ہو جائے گا۔ روما اور کامران دو سال پہلے شادی کر کے آسٹریلیا چلے گئے تھے۔ مہران حیدر کی ایک بیٹی عبیر اور بیٹا عمیر تھا۔ جبکہ روما اور کامران فی الحال اس علت میں پڑنا نہیں چاہتے تھے۔ نجانے مسز حیدر کی تربیت میں کیا کمی رہ گئی تھی کہ کامران حیدر ایسے لڑکوں کی صحبت میں بیٹھنے لگا تھا جن کا مشغلہ معصوم اور بھولی بھالی لڑکیوں کو محبت کے پر فریب جال میں پھنسا کر اپنا مقصد پورا کرنا تھا۔ کچھ کامران حیدر بھی فطرتاً دل پھینک اور رنگین مزاج قسم کا لڑکا تھا۔
یونیورسٹی میں اسے نشاء جیسی معصوم اور پر کشش لڑکی ٹکرا گئی حالانکہ کامران روما سے منسوب تھا لیکن باہر کی لڑکیوں کے حسن اور نسوانی کشش سے فائدہ اٹھانا اسے برا نہیں لگتا تھا۔ جبکہ نشاء سچ مچ کامران جیسے آوارہ صفت بھونرے سے محبت کر بیٹھی اور کامران حیدر نے اس کی آنکھوں میں محبت و چاہت کی خوشنما پٹی باندھ کر اس کا سب کچھ چھین لیا۔ جب نشاء نے شادی پر زور دیا تو اس نے راستہ بدلنے میں ایک لمحہ نہیں لگایا۔ اب نشاء کی کشش بھی کامران کے لئے ختم ہو چکی تھی۔ باہر جانے کے لئے وہ کافی عرصے سے کوشش کر رہا تھا۔ نشاء سے جان چھڑانے کے لئے وہ روما سے شادی کر کے آسٹریلیا بھاگ گیا اور وہاں کی رنگینیوں میں روما کے ساتھ کھو کر نشاء کو بالکل فراموش کر گیا اور آج وہ دو سال بعد اپنی پیاری سی بہن کی شادی میں پاکستان آیا تھا جس کی گریجویشن کرتے ہی جھٹ پٹ شادی طے ہو گئی تھی۔ آذر ملک کے ساتھ جو بہت بڑے بزنس کا مالک تھا۔ بزنس کے سلسلے میں ہی وہ مہران حیدر سے ملا۔ مہران حیدر آذر سے کافی متاثر ہوا تھا۔ آذر ملک دو تین بار گھر بھی آیا اور وہیں مژگان کو دیکھ کر اس نے اپنا رشتہ پیش کر دیا جسے کامران حیدر نے فوراً قبول کر لیا اور آذر ملک نشاء کا بھائی تھا، جو کامران حیدر سے بدلہ لینے آیا تھا۔ ان

دنوں جب نشاء کے ساتھ یہ حادثہ ہوا لندن میں مقیم تھا۔ بہن پر گزرنے والے سانحہ کا پتہ چلا تو بھاگ کر پاکستان آیا۔ مارے ندامت و شرم کے نشاء بھائی کے سامنے بھی نہیں آئی۔ وہ خود ہی اس کے کمرے میں گیا۔ مسز ملک نے اسے کامران حیدر کے بارے میں سب کچھ بتادیا تھا' جو انہوں نے نشاء سے پوچھا تھا۔ اسے نشاء پر اس بات کا غصہ تھا کہ وہ کیوں کامران حیدر کے فریب میں آگئی' لیکن اس کی اجاڑ صورت اور آنکھوں میں ویرانی دیکھ کر وہ اپنا غصہ بھول گیا اور اسے گلے لگا کر بچوں کی طرح رو دیا اور پھر اسی رات نشاء نے بلیڈ سے اپنے ہاتھ کی نس کاٹ ڈالی اور ہمیشہ کے لئے خود کو لمبی نیند سلا دیا۔ وہ جو نیند کی اتنی کچی تھی کہ ذرا سی آہٹ پر چونک کر اٹھ جاتی تھی۔ مرنے کے بعد بھی اس کے معصوم چہرے پر دکھ واضحلال کے رنگ اور اضطراب کا عکس نمایاں تھا۔ آذر کو ایسا لگ رہا تھا کہ سختی سے بھینچی ہوئی زندگی سے محروم مردہ آنکھوں میں ابھی بھی آنسو موجود ہیں۔ ان ساکت و صامت ہونٹوں پر بہت سی آہیں اور سکیاں باہر نکلنے کو مچل رہی تھیں۔ آذر ملک انتقام واشتعال کی زد میں آ کر کامران حیدر کو شوٹ ہی کر دیتا لیکن نشاء کے صدمے میں مسز ملک کو سخت ہارٹ اٹیک ہوا۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کا بتایا تو یوں وہ اپنا انتقام فی الفور ایک طرف رکھ کر ماں کی تیمارداری میں لگ گیا۔ وہ انہیں لندن اپنے ساتھ لے آیا۔ مسز ملک کا آپریشن تو ہو گیا لیکن ان کی صحت دن بہ دن گرتی چلی گئی اور ایک دن خود بھی نشاء کے پاس چلی گئیں۔ ان دو سالوں میں آذر نے کافی ٹھنڈے دماغ سے کامران سے بدلہ لینے کا سوچا اور پھر اسے یہ راستہ سب سے بہترین نظر آیا کہ کامران حیدر کو اسی کی بہن کے ذریعے ایسی سزا دی جائے کہ موت کے بعد بھی اسے سکون نہ مل سکے۔ اور وہ جو سوچے سمجھے پلان کے تحت اس گھر میں آیا تھا' آج اس کا پلان انتہائی کامیابی سے دوچار ہوا تھا۔

ہیلو کامران حیدر اسپیکنگ۔" کامران مصروف سے انداز میں بولا۔"

ہیلو کامران میں آذر ملک۔"موبائل سیل سے آذر ملک کی انتہائی سرد سی آواز ابھری۔"

اوہ آذر! بس ہم نکلنے ہی والے ہیں۔" کامران خوشدلی سے بولا۔"
اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود ہی آ رہی ہے۔" آذر کی آواز میں چٹانوں جیسی سختی کامران نے صاف" محسوس کی۔
کیوں آذر' کوئی پرابلم ہو گئی ہے؟" کامران یکدم خدشات میں گھر کر گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔"
میں نے تمہیں صرف یہ بتانے کے لئے فون کیا ہے مسٹر کامران حیدر کہ جو ظلم تم نے دو سال پہلے ایک" معصوم لڑکی پر کیا تھا۔ آج اس کے بھائی نے اس کا انتقام لے لیا ہے۔" آذر کی آواز اتنی سرد اور برفیلی تھی کہ کامران کو اپنا خون رگوں میں جمتا ہوا محسوس ہوا۔
میں واپس جا رہا ہوں' لیکن تمہاری طرح بھاگ کر نہیں' میں چاہتا تو تمہارے گھر خود بھی آسکتا تھا اور" تمہارا مسخ چہرہ سب کے سامنے بے نقاب بھی کر سکتا تھا لیکن پھر سوچا کہ مژگان یہ کام بخوبی کر سکتی ہے۔"
آذر! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" کامران بھونچکا سا آذر سے استفسار کر رہا تھا۔
"اوہ تو اتنی جلدی بھول گئے نشاء ملک کو۔"
کامران کی سماعت پر جیسے کھولتا ہوا سیسہ آ پڑا۔ کامران کے بے جان ہاتھوں سے موبائل چھوٹ گیا اور دوسری طرف آذر نے گہری طمانیت محسوس کرتے ہوئے لائن ڈسکنٹ کر دی۔ کامران ٹوٹی ہوئی شاخ کی مانند قالین پر ڈھے گیا۔ آنکھوں کے پردے پر بار بار نشاء اور مژگان کا چہرہ گھومنے لگا۔
اس نے حیدر ہاؤس کے گیٹ کے اندر لرزتے پیروں سے قدم رکھا۔ جہاں ابھی تک برقی قمقموں کی جھالریں لٹکی ہوئی تھیں۔ بڑے سے لان کے چاروں طرف ڈیکوریشن کی کرسیاں الٹی سیدھی پڑی ہوئی تھیں۔ سرخ روش پر جا بجا گلاب کے باسی پھول مسلے ہوئے پڑے تھے۔ مژگان کو ان پتیوں پر اپنا گمان ہوا۔ وہ اپنے ڈولتے وجود کو جیسے تیسے گھسیٹتی ہوئی اندر لاؤنج تک آئی۔ جہاں ایک افراتفری کا عالم تھا۔
ارے مژگان کو گلاب جامن بہت پسند ہے وہ یاد سے سامان میں رکھو۔" مژگان کو اپنی امی کی خوشی"

و سرشاری میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔ جو بیٹی کے سہاگن ہونے کی بے پایاں مسرت واطمینان میں اپنی تمام بیماریوں کو بھلائے کام میں جتی ہوئی تھیں۔ انہیں کافی عرصے سے شوگر اور بلڈ پریشر کی شکایت تھی۔
ارے یاد آیا آنٹی۔" مژگان کی چچازاد بہن راحیلہ کی آواز آئی۔ "مژگان کو ہم..." بات کرتے کرتے" جونہی اس کی نظر داخلی دروازے کی طرف پڑی یکدم زبان کے آگے بریک لگ گیا۔ کورے دہکے کے کام کا دیدہ زیب سرخ عروسی شرارہ پہنے وہ بلاشبہ مژگان تھی۔ جس کے چہرے پر کوئی انتہائی تکلیف دہ کہانی رقم تھی۔ صرف ایک ہی رات میں اجڑی اجڑی مژگان اس باغ کی مانند لگ رہی تھی جو ایک دن پہلے خوب سرسبز و پھولدار تھا لیکن دوسرے ہی دن ایسی زرد آندھی کی لپیٹ میں آگیا جس نے اس باغ کو تہس نہس کر کے اجاڑ وویران قبرستان میں تبدیل کر دیا۔ راحیلہ کو ہونق بنا دیکھ کر روما اور عظمیٰ بیگم نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں نظریں دوڑائیں تو ان کا حال بھی راحیلہ سے مختلف نہ ہوا۔
ارے بھئی یہ تم لوگ سب اچانک خاموش کیوں ہوگئے؟" مسز حیدر حیرت سے بولیں۔"
مژگان! تم ایسے کیسے آگئیں؟" سب سے پہلے عظمیٰ بھابی نے ہی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے مسز حیدر" کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔
مژگان۔" مسز حیدر بجلی کی سرعت سے پیچھے پلٹیں اور دروازے کے فریم میں تصویر کی مانند ساکت" وصامت کھڑی مژگان کو دیکھا جو اس وقت ایسی بے جان و خستہ حال تصویر لگ رہی تھی جس کے تمام رنگ اڑ چکے تھے۔
ام...امی..."مژگان ماں کی صورت دیکھ کر بکھر گئی اور گولی کی تیزی سے ماں سے آکر لپٹ گئی۔"
امی...امی۔" مژگان کی زبان اس لفظ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ آنسوؤں کا سیلاب بندھ توڑ کر تیزی سے" آنکھوں کے رستے بہہ رہا تھا۔ تمام حاضرین پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا۔ گویا کسی نے جادو کی چھڑی سے انہیں پتھر کا بت بنا دیا ہو۔ عظمیٰ اور روما نے بڑی مشکل سے دونوں کو علیحدہ کیا اور زبردستی پانی پلایا۔
مژگان میری بچی کیا ہوا ہے؟" مسز حیدر انتہائی بدحواسی کے عالم میں بولیں تو مژگان نے چپ چاپ وہ"

کاغذ مسز حیدر کی طرف بڑھا دیا جسے انہوں نے بڑی بے تابی سے تھاما تھا۔ چند ثانیئے پھٹی پھٹی نگاہوں سے وہ اپنی بچی کے نصیب کی اس سیاہی کو دیکھتی رہیں اور پھر اگلے ہی لمحے صوفے پر دوسری جانب لڑھک گئیں۔

امی!" مژگان بے تحاشہ چلاتے ہوئے ماں کی طرف جھکی لیکن ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی" تھی۔

چہ چہ... بیچاری کو شادی کی اگلی ہی صبح طلاق ہو گئی۔ نجانے ایسی کیا بات ہوئی کہ لڑکے نے صبح ہی صبح" اسے طلاق نامہ تھما کر اپنے گھر سے نکال باہر کیا۔ اب بھلا ایک رات کی بیاہی طلاق یافتہ کو کون پوچھے گا۔" سوئم کے دن خاندان اور محلے کی عورتیں بظاہر افسوس کرتے ہوئے پس پردہ اس پر طنز و تمسخر کے تیر برسا رہی تھیں۔

ارے بہن تم نہیں جانتی آج کل کی لڑکیاں کتنی بے باک اور بے شرم ہو گئی ہیں کہ لڑکے بھی ان سے" پناہ مانگتے ہیں۔" ایک عورت نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے رائے زنی کی۔

ہاں بہن کہتی تو تم ٹھیک ہو' اب نجانے ایسی کیا بات ہوئی کہ لڑکے نے صبح ہی..." ایک کونے میں" آنسو بہاتی مژگان مزید نہ سن سکی اور وہاں سے تقریباً بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی۔

امی آپ کیوں چلی گئیں مجھے ایسے لوگوں کے درمیان چھوڑ کے جو مجھے زہر میں بجھے الفاظ کے تیروں" سے چھلنی کرتے رہیں گے روز میرے کردار کے بخیئے ادھیڑیں گے۔ میری ذات کی دھجیاں بکھیریں گے۔" وہ بے تحاشہ رنج والم میں ڈوبی گریہ وزاری کر رہی تھی۔

لیکن امی ایک طرح سے اچھا ہی ہوا آپ بھلا یہ کیسے دیکھ پاتیں کہ آپ کی لاڈلی بیٹی کے کردار پر کیسے کیچڑ"

اچھالی جا رہی ہے۔ وہ خود سے بولتی چلی گئی معاً دروازے پر دستک دے کر کوئی اندر آیا۔ مژگان نے سر اُٹھا کر دیکھا کامران حیدر نڈھال نڈھال سا مضمحل انداز میں اندر آ رہا تھا۔ اچانک مژگان کے اندر نفرت کا لاوا پھوٹ پڑا۔

بھیا' چلے جاؤ تم میری آنکھوں کے سامنے سے' تمہیں دیکھ کر مجھے خود سے گھن آنے لگی ہے کہ میں تم جیسے گھٹیا انسان کی بہن ہوں۔ تم صرف نشاء کے قاتل نہیں بلکہ تم سب کے قاتل ہو' نشاء کو برباد کرتے وقت تمہیں اپنی بہن کا خیال کیوں نہیں آیا؟ بولو بھیا۔" مژگان پھوٹ پھوٹ کر رو ئے گئی۔

کامران ندامت سے چور انداز میں اس کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

پلیز مژگان مجھے معاف کر دو۔ آج میری وجہ سے تمہاری یہ حالت..." اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔

اونہہ... آپ معافی مجھ سے کیوں مانگ رہے ہیں' معافی تو اس لڑکی سے مانگئے بھیا جسے جینے کی آرزو تھی' جس کے خواب و آرزوئیں اس کی زندگی تھے' جن کا آپ نے انتہائی سفاکی سے خون کر دیا۔ وہ بھلا اپنے خوابوں اور آرزوؤں کے بنا زندہ کیسے رہ سکتی تھی اور خود ہی موت کو گلے لگا بیٹھی۔ جائیں بھیا' پہلے اس سے معافی مانگیے۔" مژگان زار و قطار رو ئے گئی۔ کامران ندامت و شرمندگی کے سمندر میں ڈوب ابھر رہا تھا۔ کافی دیر تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔ صرف مژگان کی دبی دبی سسکیوں کی گھٹی گھٹی آوازیں کمرے کے ماحول کو وحشت زدہ بنا رہی تھیں۔

مژگان! مجھے تم سے ایک التجا کرنی ہے۔" کامران اپنی تمام تر ہمتیں جمع کر کے دھیرے سے بولا۔ وہ جو بات مژگان سے کہنے آیا تھا اسے کرنے کی اسے ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ مژگان نے چونک کر اپنا سر گھٹنوں سے اُٹھا کر اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

مژگان پلیز تم اس بات کا ذکر روما اور بھیا سے مت کرنا۔" کامران نے اٹک اٹک کر جملہ مکمل کیا۔ مژگان نے اسے انتہائی تاسف سے دیکھا جو اسے اس وقت خود غرضی کے اونچے مینار پر بیٹھا نظر آیا۔

کامران مزید شرمندہ ہو گیا۔
دیکھو مژگان اس طرح صرف میرا ہی گھر نہیں بلکہ بھیا کا گھر بھی برباد ہو جائے گا۔ عظمیٰ بھابی بھلا' روما" پر یہ ظلم ہوتا دیکھ سکیں گی؟" کامران اسے رسانیت سے سمجھاتے ہوئے بولا۔
مژگان نے گہری سانس لے کر سر دیوار سے ٹکا دیا۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں بھیا' میں تو برباد ہو ہی گئی ہوں' اب اپنے دونوں بھائیوں کا گھر کیوں تباہ کر دوں نہیں' میں بھیا کی طرح خود غرض نہیں ہو سکتی اور ویسے بھی صدیوں سے بہنیں ہی اپنے بھائیوں کی خوشیوں پر قربان ہوتی آئی ہیں۔ میں اُن سے مختلف تو نہیں ہوں۔ وہ دل میں سوچ گئی۔
ٹھیک ہے بھیا' میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی۔ آپ بے فکر رہیں۔" اتنا کہہ کر وہ تیزی سے اٹھ کر باتھ" روم میں گھس گئی۔ وہ اس وقت کامران حیدر کی شکل دیکھنے کی مزید ہمت کر نہیں پا رہی تھی جس نے ایک معصوم اور بھولی بھالی لڑکی کی زندگی کے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیا کہ اس بیچاری کو موت کی گود میں پناہ لینی پڑی۔
زندگی کا پہیہ کسی کے جانے سے رکتا نہیں' یہ اپنی مخصوص رفتار سے چلتا رہتا ہے اور انسانوں کو اس پہیے کے ساتھ ہی قدم ملا کر چلنا پڑتا ہے۔ مسز حیدر کو گزرے ہوئے دو مہینے ہو چکے تھے۔ مژگان کے دل کا زخم گو کہ تازہ تھا لیکن پھر بھی جینا تو ہر صورت میں تھا۔ چاہے روح زخموں سے چھلنی ہو اور دل پر غموں کے پہاڑ ٹوٹے ہوں' لیکن یہ سانسیں تو پھر بھی چلتی رہتی ہیں۔ مژگان زندگی گزارنے کے لئے سانسیں تو لے رہی تھی لیکن وجود قبرستان ہو چکا تھا۔ جہاں اس کی آرزوئیں اس کے ارمان دفن تھے اور کچھ نوزائیدہ خواب بھی اس کھنڈر وجود کے کسی کونے میں پڑے پڑے اپنی موت آپ مر چکے تھے۔ پچھلے مہینے روما اور کامران بھی آسٹریلیا فلائی کر گئے تھے۔ اب گھر میں صرف اور صرف عظمیٰ بیگم کی راج دھانی تھی۔ وہی گھر کے سیاہ و سفید کی مالک تھی۔ مہران حیدر جو پہلے ہی سنجیدہ اور خشک مزاج تھے۔ مژگان کے ساتھ اس حادثے کے بعد انتہائی بد مزاج اور روکھے ہو گئے تھے۔ دیگر لوگوں کی طرح انہیں بھی وہی قصوروار نظر آتی

تھی۔ مژگان نے کامران حیدر سے اپنی کہی ہوئی بات نبھانے اور کسی کو بھی اپنی طلاق کی وجہ نہیں بتائی حالانکہ عظمیٰ بھابی اور روما پوچھ پوچھ کر تھک گئیں لیکن اس کی چپ نہ ٹوٹی۔ جاتے سمے روما اس سے سخت خفا ہو کر گئی تھی۔ عظمیٰ بھابی نے بھی کافی ناک بھوں چڑھائی تھی اور در پردہ ایسی باتیں سنائی تھیں کہ وہ مارے شرم کے کٹ سی گئی تھی۔ عظمیٰ بیگم کو ازل سے ہی مژگان اور مسز حیدر سے بیر تھا۔ مسز حیدر کا کانٹا تو صاف ہو گیا تھا لیکن مژگان کا روڑا ان کے پیروں پر

آگیا تھا جسے وہ اپنی ٹھوکر سے بہت دور پھینک دینا چاہتی تھیں۔ مژگان کو ان حادثات کے بعد سے ایسی چپ لگی تھی کہ لب الفاظ ادا کرنا جیسے بھول گئے تھے۔ مہران حیدر کے بزنس ٹور پر جرمنی چلے جانے کے بعد تو گویا عظمیٰ بیگم کو میدان صاف مل گیا۔ وہ باقاعدہ طعنے تشنیع پر اتر آئیں۔ مژگان کی رسوائیاں گھر سے باہر پہنچانے میں انہوں نے بہت نمایاں کردار ادا کیا۔ کچھ دن سے مژگان کی طبیعت نڈھال سی تھی کم کھانے اور کم سونے سے اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔ ایک دن یونہی اسے ابکائی آ گئی۔ واش روم سے وہ مضمحل سی باہر نکلی تو کمرے میں موجود عظمیٰ نے ٹٹولتی نگاہوں سے اس کے سراپے کا جائزہ لیا کہ مژگان ان کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ کر کٹ سی گئی۔

اونہہ' ایک دن کی شادی کا ثمر۔" اف الفاظ تھے یا نوکیلے پتھر جو دھڑا دھڑ اس کے وجود پر گرے تھے۔

بھابھی۔" انتہائی متعجب نگاہوں سے مژگان نے عظمیٰ بیگم کو دیکھا۔"

ایسی کون سی بات کہہ دی جو تمہاری آنکھیں باہر کو ابل آئیں؟" عظمیٰ بیگم تنفر سے بولیں۔ بھابی پلیز" مژگان کے صبر و ضبط کی دیواریں بری طرح ڈھے سی گئیں۔ وہ تیز آواز میں بولی۔

ایسا کچھ نہیں ہوا تھا بھابی پلیز آپ میرا یقین کریں۔ انہوں نے مجھے چھوا تک نہیں۔" کہتے کہتے اس کی" آواز بالکل مدھم ہو گئی۔ عظمیٰ بھابی استہزائیہ انداز میں زور سے قہقہہ لگا کر ہنسی ان کی آنکھوں کی چبھن مژگان کو کسی نوکدار میخوں کی مانند لگی جو اس کی روح میں شگاف ڈال رہی تھی۔

یہ ڈرامے کسی اور کے ساتھ کرنا مژگان بی بی... تمہاری خاموشی ہی تمہارے گناہ کا اعتراف ہے۔ اور" "شاید اسی گناہ کی وجہ سے آذر نے تمہیں شادی کی دوسری صبح ہی طلاق دے دی۔

اف" مژگان نے بے اختیار اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ عظمیٰ بھابی کے الفاظ اس کی سماعت کو" مفلوج کر گئے۔

ماما! شمسہ مامی آئی ہیں۔" اسی دم عبیر اندر داخل ہوئی۔ مژگان بستر پر ڈھے گئی اور عظمیٰ بیگم ہنہ کہہ کر" کمرے سے نکل گئی۔ عبیر کو مژگان کی دگر گوں حالت دیکھ کر بہت دکھ ہوا لیکن ماں کے ڈر سے وہ صرف دل میں دکھی ہونے کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ مجبوراً وہ بھی ماں کے پیچھے چل پڑی۔ مژگان کا پورا جسم ایسے کانپ رہا تھا جیسے سخت سردی میں برف کا پگھلا ہوا پانی اس کے وجود میں ڈال دیا ہو۔ صرف دو ماہ کے اندر اندر میری زندگی کی کایا ہی پلٹ گئی۔ پہلے یہ زندگی میرے لئے پھولوں کی طرح حسین و مسحور کن تھی۔ خواب کی طرح سحر انگیز اور رنگین تھی اب یہی زندگی یک لخت خاردار کانٹوں' جلتے صحراؤں اور اماوس کی راتوں کی مانند محض اندھیرا کیوں بن گئی؟ اے میرے مالک... مجھے میری استطاعت سے زیادہ مت آزماو گرنہ میں جی نہیں پاؤں گی۔ میں مر جاؤں گی۔ وہ خود فراموشی کے عالم میں بولتی گئی۔

عظمیٰ بیگم نے مژگان کا ہر طرح سے ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ خاندان والے جو اس کی طلاق کا سن کر پہلے ہی اس سے پہلو تہی کرنے لگے تھے۔ مزید رہی سہی کسر بھابی نے اس کی برائیاں کر کے پوری کر دی تھی۔ کوئی بھی مژگان سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ عبیر اور عمیر کو اپنی پھوپو سے ملنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ مہران حیدر جرمنی سے واپس آئے تو عظمیٰ بیگم نے انہیں بھی مژگان کی طرف سے خوب متنفر کر دیا۔ البتہ کامران حیدر کا کبھی کبھار فون آجاتا وہ مژگان کے لئے کافی پریشان رہتا تھا۔ لیکن روما بھی عظمیٰ بیگم کی پرتو تھی بھلا کامران کی مژگان پر توجہ کیسے برداشت کرتی۔ اس نے کامران کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کا انتظام کر لیا۔ آج کل وہ تخلیق کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ کامران بے حد خوش تھا اور روما نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اسے خوب اچھی طرح سے اپنی مٹھی میں لیا ہوا تھا۔ اس بار مہران حیدر بزنس ٹور پر فارن

مما لک گئے تو عظمیٰ بیگم مزید کھل کر سامنے آ گئیں۔ مژ گان ششدر رہ گئی کہ عظمیٰ بھابی نے کتنے عرصے سے اپنے چہرے پر ماسک لگا کر اپنا مکروہ چہرہ پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ اس دن تو وہ مارے شرم و خجالت کے زمین میں گڑ گئی جب وہ کھانے کی میز پر آ کر بیٹھی اور عظمیٰ بیگم نے ماتھے پر تیوری چڑھا کر ناک سکیڑتے ہوئے کہا۔

"مہران بیچارے اپنی بیوی اور بچوں کی خاطر پیسہ کمانے کے لئے دنیا بھر کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں اور طلاق یافتہ بہن صاحبہ مفت کی روٹیاں توڑ رہی ہیں۔" نوالا مژ گان کے حلق میں پھنس کر رہ گیا۔ جسے اس نے پانی سے بمشکل نگلا اور کرسی دھکیل کر بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ اتنی تیز طرار نہیں تھی کہ بھابی کو منہ توڑ جواب دیتی۔ مسز حیدر نے ان خطوط پر اس کی پرورش نہیں کی تھی۔ انہوں نے تو اسے صبر و قناعت کا درس دیا تھا اور وہ بھی جیسے ضبط و صبر کے پل صراط سے گزر رہی تھی اور ایک دن تو گویا حد ہی ہو گئی۔ جب عظمیٰ بیگم نے اس کے کمرے میں آ کر کہا۔

"مژ گان! تم یہ کمرہ خالی کر دو اور انیکسی میں شفٹ ہو جاؤ۔ میری پھوپی دبئی سے آ رہی ہیں۔ وہ یہی رہیں گی۔ شام تک تم یہ کمرہ چھوڑ دینا۔" وہ آندھی کی طرح آئی اور طوفان کی طرح واپس چلی گئیں۔ مژ گان کی خستہ ذات کو مزید تنکا تنکا بکھیر کر۔ مژ گان بھونچکاہ سی کھڑی رہ گئی۔ پھر نجانے کیا ہوا کہ یکدم غصے واشتعال کی تیز لہر عود کر آئی۔ وہ جو اتنے عرصے سے چپ چاپ سب برداشت کر رہی تھی اپنی یہ توہین اسے سخت گراں گزری۔ اس نے انتہائی طیش کے عالم میں اپنے کپڑے بیگ میں ڈالے چند ایک ضرورت کی چیزیں لے کر وہ اس کمرے پر تین حرف بھیج کر باہر نکل آئی۔ سامنے ہی عظمیٰ بیگم انتہائی کروفر سے کھڑی ملازم کو ہدایات دے رہی تھیں۔ وہ تیز تیز قدموں سے ان کی طرف آئی۔

"بھابی! آپ مجھے اس کمرے سے کیا نکالیں گی میں خود ہی وہ کمرہ چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ آج سے میرا آپ سے اور آپ کے اس گھر سے کوئی ناتا نہیں ہے۔ اب اس گھر کا پانی بھی میرے لئے حرام ہے۔" یہ کہتے کہتے اس کی آواز رندھ گئی۔ آنسوؤں نے یکدم اس کی آنکھوں پر حملہ کر دیا۔

لیکن، لیکن میں یہ گھر چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔" وہ بمشکل اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولی۔ "ورنہ آپ سب سے یہی کہیں گی کہ مژگان کسی کے ساتھ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔"

مژگان ادب سے بات کرو۔" عظمیٰ بیگم مژگان کی صاف گوئی پر اندر ہی اندر جز بز ہو کر اسے ڈپٹ کر بولیں۔

اونہہ... ادب... اس لفظ کے ہجے سے بھی ناواقف ہیں آپ۔" وہ دل میں بولی پھر مزید کچھ کہے بنا انیکسی کی جانب بڑھ گئی۔ عظمیٰ بیگم نے فاتحانہ انداز سے اسے جاتے دیکھا۔ انیکسی میں جاتے ہی وہ بلک بلک کر روئی۔ آج کتنی تنہا رہ گئی تھی وہ کہ کوئی اس کے آنسو بھی پونچھنے والا نہ تھا۔ اس وقت مژگان خود ترسی کا شکار ہو گئی۔ خود اپنی ہی حالت پر اسے رحم آ رہا تھا۔ جب رو رو کر تھک گئی تو خود ہی اپنے آنسو پونچھ کر اپنے آپ کو تسلیاں دیں اور پھر تکیئے پر آنکھیں موند کر اپنے آپ کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔

مژگان نے اپنے پاس جمع شدہ رقم سے جو تقریباً ۲۰ ہزار کے قریب تھی۔ اس سے کچن کا سامان لیا اور وہیں انیکسی کے ایک کونے پر چھوٹا سا کچن بنا لیا۔ جس دن اس نے اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر کھایا اس دن اسے بے حد طمانیت محسوس ہوئی۔ اب وہ پوری تگ و دو سے جاب کی تلاش میں سر گرداں تھی۔ گریجویشن کے بعد اس نے کئی ایک کمپیوٹر کورسز کر رکھے تھے اور انگلش بھی وہ روانی سے بول لیا کرتی تھی۔ یہی دو چیزیں آج کل جاب کی ڈیمانڈ تھیں۔ اس کی بے تحاشا کوششوں سے اسے ایک جگہ سے انٹرویو کال آ گئی۔ وہ بہت اعتماد کے ساتھ انٹرویو دے آئی اور ٹھیک ایک ہفتے بعد اس کی کال آ گئی کہ اسے اپائنٹ کر لیا گیا ہے۔ وہ بہت خوش تھی کہ اسے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا موقع مل گیا ہے۔ مژگان نے سوچ لیا تھا کہ وہ زندگی کی صعوبتیں اور مشکلات کا جو کاتب تقدیر نے اس کی زندگی کی کتاب میں رقم کر دی تھیں ان کا سامنا بزدلی سے نہیں بلکہ ہمت و جرأت کے ساتھ کرے گی۔ وہ مطلوبہ جگہ پر ٹائم پر پہنچ گئی۔

اسفر انٹرپرائز کا یہ آفس انتہائی شاندار اور خوبصورت تھا۔ رشید صاحب نے اسے تمام کام سمجھا دیا تھا۔ ذہین تو وہ شروع سے تھی' فوراً کام سمجھ گئی۔ تمام اسٹاف کو آپریٹو تھا۔ سوائے لیلیٰ چوہدری کے جو اسفر کی پرسنل سیکریٹری تھی۔ عجیب نک چڑھی اور مغرور سی لڑکی تھی۔ اسے یہاں کام کرتے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا لیکن اس کی ملاقات اس کمپنی کے مالک یعنی اسفر علی خان سے نہیں ہوئی تھی۔ وہ آج کل بزنس کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔ لیلیٰ کا رویہ اس کے ساتھ ہنوز ویسا ہی تھا۔ آتے جاتے طنز کے تیز پھینکنا' اسے دیکھ کر نخوت سے منہ پھیر لینا۔ اس کا معمول تھا۔ مژگان اپنی جاب سے کافی حد تک مطمئن سی ہو گئی۔ لیکن یہ اطمینان محض عارضی ثابت ہوا۔ رشید صاحب نے اس دن مژگان سے اچانک یہ سوال کر ڈالا۔

مس مژگان! آپ طلاق یافتہ ہیں۔" کی بورڈ پر تیزی سے چلتے ہاتھ یکدم یوں رکے جیسے تیز رفتار گاڑی" اچانک ایمرجنسی بریک لگانے پر رک جاتی ہے۔ وہ سن سی بیٹھی رہ گئی۔

دراصل کل آپ نے اچانک چھٹی کر لی تھی تو میں نے آپ کے گھر فون کیا تھا آپ کی بھابی نے بتایا۔" "

چالیس پینتالیس سال کی پکی عمر کے رشید صاحب جن کے سر پر موجود چند ایک بال بس رخصتی کے مراحل میں ہی تھے۔ اپنے لہجے میں افسوس و ہمدردی سموتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

اف بھابی' آپ مجھے چین سے زندہ نہیں رہنے دیں گی۔" وہ دکھ سے سوچ گئی۔ کل صبح دیر سے آنکھ" کھلنے پر وہ ہڑبڑا کر بستر سے اٹھی تو اچانک اس کا پیر بری طرح رپٹ گیا۔ اور پیر میں سخت موچ آ گئی جس کے کارن وہ کل کی چھٹی کر بیٹھی تھی۔ فون کی سہولت اس کے پاس تو تھی نہیں کہ اطلاع کر دیتی۔ اسے گم صم بیٹھا دیکھ کر رشید صاحب گویا ہوئے۔

چہ... چہ مجھے بہت افسوس ہوا۔ آپ کی طلاق کا سن کر۔ آپ کتنی کم عمر اور کیوٹ سی ہیں' اس عمر میں"

"... اتنا بڑا دکھ' بڑا ہی بدنصیب شخص تھا جس نے آپ جیسے ہیرے کو شادی کی اگلی صبح ہی

رشید صاحب پلیز میرے ذاتی معاملات میں آپ کو دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔" رشید صاحب کے"

کہے ہوئے جملوں سے وہ اندر ہی اندر بری طرح جھلس سی گئی۔ رشید صاحب اس کے چہرے پر برہمی کی لہریں دیکھ کر فی الحال کھسک گئے۔ اس کے بعد مژگان سے مزید کوئی کام نہ ہو سکا۔

مس مژگان! آپ کو سر بلا رہے ہیں۔ وہ ابھی اپنی سیٹ پر آکر بیٹھی تھی کہ پیون نے اسے بتایا۔ اوہ تو" اسفر صاحب یعنی کہ باس آچکے ہیں۔ وہ تھوڑی سی نروس ہو گئی۔ اس نے ابھی تک اپنے باس کو دیکھا نہیں تھا۔ اس کا انٹرویو بھی اسفر علی خان کے اسٹینٹ مشتاق عالم نے لیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو مضبوط کرتی ہوئی اسفر علی خان کے روم میں آئی اور آہستگی سے ناک کیا۔

یس" کی آواز پر وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اندر آگئی۔ بلیک کلر کے فل سوٹ میں بلیک ہی ٹائی باندھے" ہاتھ میں بیش قیمت گھڑی پہنے جدید طرز کا موبائل کان پر لگائے وہ گفتگو کرتا مژگان کو حیرت سے دوچار کر گیا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ اسفر علی خان چالیس پچاس سال کی عمر کا کوئی پکا مرد ہوگا لیکن یہ تو ۳۲۔۳۵ سال کا بے حد پرکشش اور ہینڈسم سا جوان تھا۔ گندمی رنگ' کشادہ پیشانی' ہونٹوں کے اوپر

گھنی مونچھیں' اس کے وقار کو مزید بڑھا رہی تھیں۔ جبکہ گلابی ہونٹ تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔

ٹھیک ہے پھر کل میٹنگ سیٹ کر لیجئے۔" یہ کہہ کر اس نے موبائل آف کر کے مژگان کو دیکھا۔ "

بیٹھیے۔" مژگان تھوڑا سا لڑکھڑاتے ہوئے کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ پرسوں کی موچ کی وجہ سے پیر میں" سوجن آگئی تھی۔ جس کے باعث وہ ذرا سا لنگڑا کر چل رہی تھی۔

آئی ہوپ' کہ آپ یہاں کے رول اینڈ ریگولیشنز کو اچھی طرح سمجھ گئی ہوں گی اور انہیں فالو بھی کر رہی" ہوں گی۔" انتہائی بارعب و سنجیدہ لہجے میں وہ استفسار کر رہا تھا۔

یس سر۔" مژگان سر ہلا کر بولی۔ "

رشید صاحب نے آپ کو سب کچھ سمجھا دیا ہوگا کہ میں کام میں کسی بھی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتا۔" "

اسفر علی خان سخت لہجے میں بولا۔

"جی سر۔" وہ پھر سر ہلا کر بولی۔

"او کے' آپ کو یہاں کوئی پرابلم تو نہیں۔" اگلا سوال داغا گیا۔

"نو سر کوئی پرابلم نہیں۔" وہ سہولت سے بولی۔

"کیا آپ شادی شدہ ہیں؟" انتہائی روانی میں کئے گئے سوال پر اس نے سابقہ انداز میں بے اختیار اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جی سر' بات جب تک اس کے دماغ تک پہنچی وہ ہاں میں سر ہلا چکی تھی۔

"نو' نو سر۔" البتہ زبان سے اس نے انتہائی شد و مد کے ساتھ انکار کیا۔ مژگان اندر ہی اندر حیران و پریشان ہو گئی کہ بھلا' اس سوال کی کیا تک تھی۔ پھر اس نے خود ہی سچ بتانے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ رشید صاحب کے توسط سے یہ بات ان تک پہنچ ہی جاتی۔

"ایکچولی سر... وہ کچھ اٹک کر بولی۔ مجھے طلاق ہو چکی ہے۔"

"اوہ۔" اسفر علی خان کے ہونٹ سیٹی کے انداز میں وا ہوئے۔

"او کے یو سے گو۔" یہ کہہ کر وہ پھر فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مژگان سرعت سے اٹھی اور دروازے کی جانب گئی ہی تھی کہ اسفر کے ان الفاظ نے اسے بے تحاشا شرمندہ کر ڈالا۔

"مس مژگان آپ پیدائشی ایسی ہیں یا کوئی حادثہ؟" مژگان نے گھبرا کر مڑ کر اسے دیکھا ریسیور ہاتھ میں تھامے وہ سحر انگیز شخص اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"نو سر' دراصل پرسوں میرے پیر میں موچ آ گئی تھی۔ اس لئے۔" اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔ بے ساختہ ایک مسکراہٹ اسفر کے ہونٹوں کے کناروں پر پھیل گئی۔ جسے اس نے فوراً سمیٹ لیا۔ مژگان تیزی سے باہر نکل گئی۔

وہ آج کل بہت پریشان تھی رشید صاحب اس کے سب سے بڑے ہمدرد بن کر ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے

پڑ گئے تھے۔ حالانکہ وہ پہلے سے شادی شدہ اور دو بچوں کے باپ تھے البتہ بیوی فوت ہو چکی تھی۔ انہوں نے اشاروں کنایوں میں مژ گان کو سہارا دینے کی بات بھی کی جس پر مژ گان کا غصہ نقطہ ابال تک پہنچ گیا۔ دل چاہا کہ ایسی کھری کھری سنائے کہ موصوف کی طبیعت درست ہو جائے لیکن اپنا تماشہ بننے کے خوف سے خاموش رہی۔ پھر سوچا کہ سر سے شکایت کر دے لیکن دوسرے ہی پل دماغ نے اس خیال کی نفی کر دی۔ اگر رشید صاحب نے الٹا اس پر ہی الزام لگا دیا تو پھر اسے ہی نوکری سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔ وہ ان دنوں سخت پریشان تھی اس پر مستزاد لیلیٰ کا تکلیف دہ رویہ اسے اذیت میں مبتلا کئے رکھتا۔ مژ گان یہ بات جان گئی تھی کہ لیلیٰ اسفر کی سیکریٹری کے علاوہ اور بھی بہت کچھ تھی۔ کئی گھنٹے وہ اسفر کے کمرے میں گھسی رہتی' دونوں تقریباً روز ہی ساتھ باہر جا کر لنچ کرتے۔ لیلیٰ کا تعلق کھاتے پیتے گھرانے سے تھا وہ محض شوقیہ جاب کر رہی تھی اور اسفر علی خان پر دل وجان سے فدا تھی۔ جبکہ اسفر تو آوارہ صفت بھونرا تھا۔ لیکن ایسا بھنورا جو صرف ان چھوئی کلیوں پر ہی منڈلاتا ہے۔ چھوئی ہوئی اور مسلی کلیوں کی طرف وہ نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ اسے دوسروں کی استعمال شدہ چیزوں سے سخت نفرت تھی۔ وہ ہر چیز اپنے استعمال کے لئے برانڈ نیو خریدتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مژ گان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ وہ پہلی ہی نگاہ میں مژ گان کے سادہ وسوگوار حسن سے متاثر ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی ڈائیورس کا سن کر یکدم ذہن سے اس کا خیال جھٹک دیا تھا جبکہ لیلیٰ مژ گان کے حسن سے خار کھاتی تھی اسے مژ گان کی خوبصورتی اور پر کشش سراپے سے یہ خوف ہوتا کہ کہیں اسفر اس کے حسن اور توبہ شکن سراپے کی بھول بھلیوں میں گم نہ ہو جائے۔ حالانکہ وہ اسفر کی اس عادت سے بخوبی واقف تھی کہ وہ سیکنڈ ہینڈ چیزوں کی طرف ایک نگاہ غلط ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا تھا' چاہے وہ کتنی ہی دلکش کیوں نہ ہوں لیکن وسوسے اور خدشات اسے ڈسٹرب کرتے رہتے تھے۔

"مس مژگان! میرے کمرے میں آئیے۔" وہ انتہائی انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھی جب انٹر کام کے ذریعے اسفر نے اسے بلایا۔ وہ کام یونہی چھوڑ کر اس کے روم میں آئی۔ حسب توقع لیلیٰ چودھری اسفر علی خان کے کمرے میں موجود تھی۔

"یس سر۔" وہ رسانیت سے بولی۔

"یہ فائل آپ نے تیار کی ہے؟" پرپل کلر کی فائل اسفر نے اس کے سامنے انتہائی طیش کے عالم میں پٹخی۔

مژگان بری طرح سہم سی گئی۔

"کیا ہوا سر؟" مژگان اٹک اٹک کر بولی۔

"اب یہ بھی میں بتاؤں کہ کیا ہوا۔" اسفر اس سوال پر مزید تپ گیا۔ "دیکھئے' اس فائل کو ایک بھی لائن جو آپ نے درست لکھی ہو۔" مژگان یہ سن کر بری طرح سے اچھل پڑی۔ اس فائل کو مژگان نے پورے دو دن میں انتہائی محنت کے ساتھ تیار کیا تھا۔ کئی بار اس فائل کو پڑھا تھا۔ اس خدشے کے تحت کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔ وہ اسفر پر اپنا اچھا امپریشن ڈالنا چاہتی تھی۔ لیکن یہاں تو سارا معاملہ ہی الٹا ہو گیا تھا۔ اس نے لرزتے کانپتے ہاتھوں سے فائل کو دیکھا۔ جسے دیکھ کر اسے ہزار والٹ کا کرنٹ لگا۔ "یہ تو میں نے نہیں لکھا۔" وہ دل میں بولی۔

"لیکن سر۔"

"جسٹ شٹ اپ مس مژگان!" وہ اس کی بات کاٹ کر انتہائی کھردرے لہجے میں بولا۔ "جائیں اور دوبارہ فائل بنا کر مجھے آج ہی کی تاریخ میں لا کر دیجئے۔" مژگان نے انتہائی بے بسی سے یونہی لیلیٰ کی جانب دیکھا جس کے چہرے پر دبی دبی استہزائیہ مسکراہٹ اسے یہ باور کرا گئی کہ یہ گھٹیا حرکت کس نے کی تھی۔

"اوکے سر۔" وہ اندر ہی اندر آنسو پیتی ہوئی بولی اور فائل اٹھا کر تیزی سے باہر آ گئی۔ سیٹ تک آتے آتے اس کا پورا چہرہ آنسوؤں سے اٹ گیا۔ اسفر کا اہانت بھرا انداز اسے سخت ہرٹ کر گیا۔

"اینی پرابلم مس مژگان؟" رشید صاحب اس کی میز پر آ کر انتہائی متفکرانہ انداز میں بولے۔ مژگان کا جیسے

خون کھول اٹھا۔

"نو مسٹر رشید۔" وہ تنک کر بولی اور انہیں یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کمپیوٹر پر جت گئی۔ اسے دو دن کا کام صرف آدھے دن میں کرنا تھا۔ سو تیزی سے اس کے ہاتھ حرکت میں آگئے۔ رشید صاحب بھی بد مزہ سے ہو کر اپنی سیٹ کی جانب چل دیے۔

"یار اسفر... تم تو جانتے ہو کہ حسن میری ازل سے کمزوری ہے۔ میں چھوئی ہوئی اور ان چھوئی کی پخ نہیں لگاتا' بھئی ہمیں تو کوئی بھی مل جائے لیکن بس شرط اتنی ہے کہ وہ زہد شکن حسن کی مالک ہو۔" ارباز آصف جو اسفر علی خان کا بزنس پارٹنر اور دوست تھا۔ انتہائی عیاش طبع اور آوارہ صفت انسان تھا حسب و شباب اس کی کمزوری تھے۔ اب چاہے وہ حسن پاکیزگی کے پیراہن میں لپٹا ہو یا کیچڑ میں لت پت ہو۔ اسے صرف اپنے مقصد سے غرض تھی۔

"نو وے ارباز۔ میں تو صرف اسی کلی کو اپنے کالر کی زینت بناتا ہوں جو شاخ سے ٹوٹ کر صرف میرے ہاتھوں میں آئے۔" اسفر قطعیت سے بولا جبکہ لیلیٰ انتہائی دلنشیں انداز میں مسکرائے جا رہی تھی۔ کیونکہ وہ یہ بات اچھی طرح سے جانتی تھی کہ وہ اسفر کے کالر میں لگی ایک ان چھوئی کلی ہے۔

مسلسل جھکے جھکے مژگان کی کمر دکھ گئی تھی کام مکمل کر کے اس نے سر اٹھایا تو گھڑی آٹھ بجے کا اعلان کر رہی تھی۔ وہ اتنی دیر ہو جانے پر حواس باختہ سی ہو گئی۔

"اوہ نو' اتنی دیر ہو گئی۔" آج کام مکمل کرنے کے چکر میں اس نے دن کا لنچ بھی گول کر دیا تھا۔ اب پیٹ میں چوہے نہیں بلکہ ہاتھی دھما چوکڑی کر رہے تھے۔ وہ انتہائی سرعت سے اٹھ کر اسفر علی کے کمرے میں ناک کر کے آگئی۔ اندر محفل پورے عروج پر تھی۔ اسفر علی بھی خوشگوار انداز میں محو گفتگو تھا۔ کافی اور سینڈوچ کا دور چل رہا تھا۔ اسفر کے سامنے کوئی اور بھی بیٹھا تھا۔ مژگان نے ارباز اور لیلیٰ کو نظر انداز کرتے ہوئے فائل اسفر کے سامنے دھر دی۔

"سر یہ فائل کمپلیٹ ہو گئی' آپ اسے چیک کر لیجیے۔" وہ تمکنت سے بولی۔ کچھ لمحے کو کمرے میں بالکل

خاموشی چھا گئی۔ اسفر فائل میں گم ہو گیا اور ارباز مژگان میں۔ کتنا مکمل حسن تھا اس لڑکی کا انتہائی معطر وپاکیزہ' اس پر مستزاد اس کا سوگوار دلکش حسین سراپا۔ جس پر ارباز کی بے باک نگاہیں الجھ کر رہ گئیں۔ تھکا تھکا سا گلابی چہرہ' تیکھے نقوش' بالوں کی اڑتی چند آوارہ لٹیں جو اس کے چہرے کو چوم رہی تھیں۔ اف یہ لڑکی نہیں' بلکہ چلتی پھرتی قیامت ہے۔ ارباز دل ہی دل میں بولا۔ لیلیٰ ارباز کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اس کی اندرونی کیفیت کا بخوبی اندازہ لگا رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک طمانیت آمیز مسکراہٹ آگئی۔ اچھا ہے ارباز اسے اپنے جال میں پھنسالے گا تو اسفر کا مژگان کی طرف متوجہ ہونا ناممکن ہو جائے گا۔ لیلیٰ دل میں انتہائی مسرور ہو کر سوچنے لگی۔

اس کا انڈکس کہاں ہے؟" اسفر سنجیدگی سے بولا۔ "

اوہ سر۔" مژگان نے ہاتھ ماتھے پر مارا۔ "وہ میں بنانا ہی بھول گئی۔" مژگان انتہائی بے چارگی سے " بولی۔ وہ بولی تو ارباز کو گمان ہوا جیسے کسی نے ساتوں سر بکھیر دیئے ہوں۔

جائیں بنا کر لائیے۔" اسفر رعونت سے بولا تو وہ چپ چاپ دوبارہ فائل لے آئی جبکہ ارباز اس کے جانے " کے بعد بھی کچھ کھویا سا تھا۔ اسفر اور لیلیٰ اسے یوں کھویا ہوا دیکھ کر ہنس پڑے جس پر ارباز بری طرح سے چونکا اور حال میں لوٹ آیا۔

یار اسفر... تمہارے آفس میں یہ طوفان چیز کب آئی اور تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گئی۔ ارباز کے " الفاظ پر لیلیٰ کی بھنوئیں ناگواری سے تن گئی۔ اسفر بھی بدمزہ ہو گیا۔ "تمہیں پتہ نہیں ہے ارباز اسے طلاق ہو چکی ہے۔" اسفر بیزاری سے بولا۔

سو وہاٹ۔" ارباز کندھے اچکا کر لاپروائی سے بولا۔ جبکہ لیلیٰ اندر ہی اندر بری طرح کلس رہی تھی۔ "

"تمہیں پتہ ہے ارباز... کہ میں جھوٹی پلیٹ چھونا تو در کنار اسے نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔" وہ جو جلدی جلدی انڈکس بنا کر فائل کو مکمل کر کے اسے ہاتھ میں لئے اسفر کے ادھ کھلے دروازے پر ناک کرنے ہی والی تھی کہ ان الفاظ پر اس کا ہاتھ جہاں کا تہاں رک گیا ادھ کھلے دروازے سے اسفر علی خان کی تنفر و حقارت میں ڈوبی آواز صاف آ رہی تھی۔

"او کے پھر میں ٹرائی کر لیتا ہوں۔" ارباز کی مکروہ آواز ابھری۔

"تو یہ ہے تمہاری اصلیت مسٹر اسفر علی خان۔ تم بھی بالکل روایتی مرد نکلے۔ بھونزا صفت۔ میں نجانے کیوں تمہیں عام مردوں سے الگ سمجھنے لگی تھی کہ تم نے میرے طلاق یافتہ ہونے کا سن کر مجھ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش جو نہیں کی تھی، لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ تم مجھے ایک ایسی جھوٹی پلیٹ سمجھتے ہو جس پر اک نگاہ ڈالنا بھی تمہاری توہین ہے۔ آہ اسفر تمہارے زہر میں بجھے الفاظ نے میری رگوں میں دوڑتے خون کو بھی نیلا کر دیا۔ ایک بار پھر وہ اپنے ریزہ ریزہ ہوتے وجود کو دوبارہ جوڑتے ہوئے اندر آ گئی۔ ارباز نے اپنی غلیظ نگاہیں اس کے اوپر گاڑ کے اس کی روح تک کو آلودہ کر دیا تھا۔ اسفر نے فائل دیکھ کر اسے جانے کی اجازت دی تو وہ مرے مرے قدموں سے باہر نکل آئی۔ انتہائی مضمحل اور ملول انداز میں اس نے اپنی چیزیں سمیٹیں ابھی پرس اٹھایا ہی تھا کہ ارباز آ گیا۔

"ہیلو مس، میں اسفر کا بزنس پارٹنر اور دوست ہوں۔" اسے سامنے دیکھ کر مژگان کا حلق یوں کڑوا ہوا جیسے کسی نے اسے نیم کا پانی پلا دیا ہو۔ تنفر کی ایک تیز لہر اس کے اندر سے اٹھی۔ جس کے اثرات اس کے چہرے پر بھی آ گئے۔

"آئیے میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔" وہ دلنشیں انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

"نو تھینک یو۔" وہ روکھے انداز میں کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"مس سنیے تو۔" ارباز بھی پیچھے لپکا لیکن وہ یہ جا وہ جا۔ ارباز پیچھے ہاتھ ملتا رہ گیا۔ کب تک مجھ سے دامن بچاؤ گی۔ یہ قدم میری ہی طرف پلٹ کر آئیں گے۔ وہ مکروہ انداز میں خود سے بولا۔

اف میرے خدایا۔ پہلے ہی رشید صاحب میری جان کا عذاب بنے ہوئے ہیں اور اب یہ نئی مصیبت۔ ارباز" آصف... اف کتنی غلاظت اور پر اسراریت تھی۔ اس کی آنکھوں میں۔" مژگان نے سوچتے ہوئے بے ساختہ جھرجھری لی اور اسفر... کتنی حقارت تھی اس کے لہجے میں۔ جیسے میں کوئی کوڑھ کی مریض ہوں۔ یا ایسا تعفن زدہ وجود جس کے پاس سے بھی گزرنا اذیت ناک ہو۔ وہ بے آواز روئے چلی گئی۔ جب سے آفس سے آئی تھی وہ ہنوز ایک ہی پوزیشن میں صوفے پر بیٹھی ارباز اور اسفر کی باتوں کو سوچتے ہوئے روئے جا رہی تھی پھر جیسے تھک کر وہ کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اف یہ کالی رات نجانے مجھے کیوں بزدل اور خوفزدہ کر دیتی ہیں۔ میں زندگی کے بوجھ سے تھکنے لگتی ہوں۔ میرے زخمی پیر آگے چلنے سے انکار کر دیتے ہیں اور میرے یہ ہاتھ جو مجھے حوصلہ دیتے ہیں کسی سہمے ہوئے بچے کی مانند میرے وجود کے گرد لپٹ جاتے ہیں۔ یہ رات کیوں آتی ہیں۔ مجھے خوف و تنہائی سے دوچار کرنے کے لئے اف یہ تنہائی! جو ایک سلو پوائزن کی مانند ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ انسان کو موت کی طرف دھکیل دیتی ہیں جو روح کو دیمک کی مانند کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ وہ آہستگی سے چلتی ہوئی بستر پر دراز ہو گئی۔ آنکھوں کے سوتے خشک ہو گئے تھے۔ اب تو میرے ہونٹوں پر کوئی دعا بھی نہیں آتی' نہ آنکھوں میں خواب کا کوئی قافلہ آتا ہے۔ اب ہاتھ بھی اٹھتے ہیں تو بالکل خالی جس میں شاید اب تقدیر کی لکیریں بھی نہیں ہیں۔ اور اس کھنڈر نما دل میں دھڑکن بھی تو کتنی بے زاری سے دھڑکتی ہیں۔ اور اس شکستہ جسم میں سانسیں بھی اکتا اکتا کر چلتی ہیں۔ سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا' خوابوں نے' آرزوؤں و امیدوں نے حتیٰ کہ میری تقدیر نے بھی تو پھر یہ دھڑکن اور سانسیں بھی مجھے کیوں نہیں چھوڑ جاتیں۔ وہ انتہائی آزردگی سے سوچے گئی اس وقت وہ سخت ذہنی دباؤ کا شکار تھی۔

مہران حیدر بزنس ٹور سے واپس گھر آ چکے تھے۔ نجانے عظمیٰ بیگم نے مژگان کا انیکسی میں رہنے کا ذکر کس

رنگ میں پیش کیا تھا کہ وہ الٹا مژگان سے ہی ناراض ہو گئے۔ اور فوراً اس کی طلبی ہوئی۔
"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم حد سے زیادہ بدتمیز اور خودسر ہو گئی ہو۔" مہران حیدر نے تیوری چڑھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔
"بھیا آپ کہاں دیکھ رہے ہیں خود سے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے آپ کافی عرصے پہلے محروم ہو چکے ہیں۔" مژگان دل میں تلخی سے بولی۔
"تم دنیا والوں کے سامنے یہ ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تمہارے بھیا اور بھابی اتنے ظالم ہیں کہ ایک طلاق یافتہ بہن کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ نکل کھڑی ہوئی جاب کرنے اور پہنچ گئی انیکسی میں الگ تھلگ رہنے کے لئے۔" وہ انتہائی نخوت سے بولے۔ مژگان نے انتہائی دکھ سے اپنے ماں جائے کو دیکھا۔ پہلے ہی وہ کونسا اس کے ہمدرد تھے لیکن آج تو انہوں نے انتہائی سفاکی کا مظاہرہ کیا تھا۔ "طلاق یافتہ بہن" یہ لفظ بار بار اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔ واہ بھیا واہ۔ میرا قصور نہ ہوتے ہوئے بھی ہر طرف سے میری جھولی میں ہی آیا۔ اپنے بھائی کے کرموں کے عوض آذر ملک نے طلاق کا جھومر میری پیشانی پر سجا دیا۔ میری پیاری ماں جو میرا واحد سہارا تھی اس کی موت کا ذمہ دار بھی مجھے ہی ٹھہرایا اور ہماری بھابی صاحبہ جنہوں نے رہی سہی کسر بھی اچھی طرح سے پوری کر دی۔ ساری دنیا کے سامنے میری عزت کی ردا کو تار تار کر دیا۔ میں تو بھیا، تیز چبھتی ہوئی دھوپ میں برہنہ پاؤں کھڑی ہوں میرا وجود گیلی لکڑی کی مانند سلگ رہا ہے۔ آخر کب تک میں اپنے جلتے وجود پر ہمت و برداشت اور ضبط و حوصلے کے چھینٹے مارتی رہوں گی بھیا۔ میں تھک جاؤں گی۔ میں تھک جاؤں گی، وہ آزردگی سے سوچے گئی۔
"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں مژگان۔" مہران حیدر کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سے وہ جیسے حال کی دنیا میں لوٹ آئی۔
"آں... ہاں بھیا۔" وہ گڑبڑا کر بولی۔ مہران نے اسے تادیبی اور تیز نگاہوں سے دیکھا پھر چڑ کر باتھ روم کی طرف چل دیا۔ سامنے صوفے پر عظمیٰ بیگم بڑے طمطراق سے بیٹھی اسے تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھ رہی

تھی وہ خاموشی سے واپس لوٹ آئی۔

vvv

لیلیٰ تین دن کی چھٹی پر اپنے کزن کی شادی اٹینڈ کرنے اسلام آباد گئی ہوئی تھی۔ جس کی بناء پر مژگان کو اس کا کام بھی کرنا پڑ رہا تھا۔ اس وقت وہ بری طرح اپنے کام میں غرق تھی جب اسفر کا بلاوا آ گیا۔

مس مژگان... لیلیٰ آج چھٹی پر ہے لہٰذا آج آپ میرے ساتھ بزنس ڈنر پر چل رہی ہیں۔" اسفر" مصروف سے انداز میں گویا اس سے پوچھ نہیں رہا تھا بلکہ حکم دے رہا تھا۔

جی میں..." مژگان نے اسے نہایت اچنبھے سے دیکھا۔"

آج رات 8 بجے تیار رہیے گا۔" وہ اس کی حیرانی کو خاطر میں لائے بغیر بولا۔ اونہہ بیچاری... اس بات کی" توقع نہیں کر رہی تھی کہ میں اسے ڈنر پر لے کر جاؤں گا۔ وہ مغرورانہ اندز سے اپنے دل میں بولا۔

ایم سوری سر' یہ میری جاب کا حصہ نہیں' آپ کسی اور کو لے جائیں۔" مژگان اسے ٹکا سا جواب دے کر" روم سے باہر آ گئی۔

واٹ۔" اسفر اپنی سیٹ سے یوں اچھلا جیسے اس کی سیٹ پر ببول کے کانٹے اگ آئے ہوں۔ مژگان کا" انتہائی غیر متوقع جواب سن کر اسفر کا دماغ جیسے گھوم سا گیا۔ آخر سمجھتی کیا ہے یہ خود کو۔ یہ لڑکی شاید مجھے جانتی نہیں کہ اسفر علی خان اپنی ضد کا کتنا پکا ہے۔ آج یہ ہر صورت میں میرے ساتھ جائے گی ڈیٹس اٹ۔ وہ آپنے آپ سے بولا۔ کہاں تو ایک نظر ڈالنا گوارہ نہیں اور کہاں بزنس ڈنر پر لے جایا جا رہا ہے۔ وہ کھولتے ذہن سے سوچ گئی۔ شاباش مژگان تم نے منع کر دیا۔ اس نے خود ہی اپنے آپ کو شاباشی دی اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ شام کو آف ٹائم میں اسفر کا پھر بلاوا آ گیا وہ اندر ہی اندر خائف سی ہو گئی۔ ایک بار پھر وہ اسفر کے روبرو کھڑی تھی۔

جی سر۔" وہ تمکنت سے بولی۔ اسفر نے اسے آج پہلی بار کافی غور سے دیکھا۔ گوری رنگت پر کالی چمکدار" آنکھیں جو کاجل سے بے نیاز تھیں۔ ستواں ناک پر زرقون کی باریک سی لونگ اور لائٹ براؤن لپ اسٹک

سے رنگے باریک ہونٹ وہ اسے کافی منفرد سی لگی۔
میں نے صبح آپ کو ڈنر کے بارے میں بتایا تھا۔ آپ ریڈی ہیں۔" وہ یوں استفسار کر رہا تھا جیسے وہ صبح"
اسے ہاں کہہ چکی ہو۔
"... سر! میں نے آپ سے"
میں آپ سے آپ کی مرضی نہیں پوچھ رہا مس مژگان۔" وہ اس کی بات قطع کر کے انتہائی سخت لہجے میں"
بولا۔" مژگان محض منمنا کر رہ گئی۔
سر مجھے اتنی رات کو باہر جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔" وہ بہانہ بناتے ہوئے بولی اور اس پر یہ بھی جتا گئی"
کہ وہ اسے لاوارث سمجھ کر تر نوالہ نہ سمجھے۔
تو ٹھیک ہے۔" وہ کندھے اچکا کر بولا۔ مژگان اس کے اتنی آسانی سے مان جانے پر ابھی ورطہ حیرت"
میں تھی کہ اگلے جملے نے اسے اندر تک ہلا دیا۔" آج رات آپ یہیں اسی آفس میں، اسی کمرے میں آرام
سے رہیئے۔" مژگان ہونق سی شکل بنائے اسے ٹکر ٹکر بس دیکھے گئی۔
سس... سر یہ کیا مذاق ہے؟" وہ ہکلا کر بمشکل بولی تھی۔"
مس مژگان! میرا آپ کے ساتھ کوئی مذاق کا رشتہ نہیں ہے اوکے۔" وہ کرخت لہجے میں بولا پھر یکدم"
"کھٹاک" کی آواز پر اس نے بے ساختہ دروازے کی طرف دیکھا۔ اسفر نے آٹو میٹک لاک کے ذریعے
دروازہ مقفل کر دیا۔ مژگان نے ہراساں ہو کر اسے دیکھا جو بڑے ریلیکس انداز میں بیٹھا تھا۔ مژگان کی
آنکھوں میں خوف کی پرچھایاں ناچتی دیکھ کر وہ استہزائیہ انداز میں مسکرا دیا۔
آپ کو مجھ سے خوفزدہ ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں، میں استعمال شدہ چیزوں کو چھونا پسند نہیں کرتا۔" "
وہ رعونت سے بولا۔ الفاظ تھے یا پھر آہنی کوڑا جو اس کی نسوانیت اور پندار پر لگا تھا۔ اس کے اندر کی عورت
بلبلا کر رہ گئی۔ اگر کوئی عورت، مرد کی مردانگی کو بھول کر بھی للکار دے تو وہ حیوانیت پر اترنے میں ایک
لمحہ ضائع نہیں کرتا اور اگر مرد عورت کی نسوانیت کو چیلنج کر دے یا اسے چھونے کے لائق نہ سمجھے تو اس

کے اندر بھی قہر کی لہریں اٹھتی ہیں لیکن وہ اپنے بھرپور عورت ہونے کا ثبوت نہیں دے سکتی کیونکہ دونوں ہی طرف سے ہار صرف عورت کے مقدر میں آتی ہے۔ مژگان کا سرخ پڑتا چہرہ اسفر کی نگاہوں کے حصار میں تھا۔ وہ مٹھیاں بھینچے دانت پر دانت جمائے جیسے ضبط کی بلندیوں پر تھی۔ کافی مشکل سے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

اوکے سر! میں چلتی ہوں۔" وہ ہار مانتے ہوئے بولی تو ایک فاتحانہ مسکراہٹ اسفر کے کشادہ ہونٹوں" کے کناروں سے پھوٹ پڑی۔

ابھی اس نے انیکسی میں قدم رکھا ہی تھا کہ پیچھے سے آکر عمیر نے اطلاع دی کہ کامران حیدر کا فون آیا ہے۔

بھیا کا فون!" مژگان جوش و خوشی سے اچھل پڑی اور الٹے قدموں واپس باہر آئی پھر یکدم کچھ یاد آنے" پر وہ رک گئی۔ کیا میں اس گھر کے اندر جاؤں۔ وہ اپنے آپ سے سوال کرنے لگی۔

افوہ پھوپو رک کیوں گئیں؟" عمیر اسے بت بنا دیکھ کر جھنجلا کر بولا تو اس کی انا اور خودداری کے" احساسات پر برادرانہ محبت غالب آگئی۔ وہ ہر سوچ کو جھٹک کر فون سننے چلی گئی۔

ہیلو مژگان۔ تم پھر سے پھوپو بن گئی ہو۔" کامران کی کھنکتی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔" یکدم خوشی کی ایک لہر مژگان کے وجود میں دوڑ گئی۔

آپ کو بہت مبارک ہو بھیا۔" وہ خوشی سے لبریز لہجے میں بولی۔"

لیکن مژگان! تم دعا کرنا کہ میری بیٹی کو کبھی بھی کامران حیدر یا آذر ملک جیسا شخص نہ ملے' اس کے باپ" کا کیا ہوا گناہ اس کی زندگی کو جہنم نہ بنا دے۔" کامران حیدر بھیگی آواز سے بولا تو مژگان دکھی سی ہو گئی۔"

اچھا یہ بتاؤ' اس سے پہلے بھی میں نے تمہیں کتنے فون کئے لیکن تم نے بات ہی نہیں کی۔ کیا اب تک

ناراض ہو؟" کامران پیار بھرا شکوہ کرتے ہوئے بولا۔
اوہ تو بھابی مجھے بھیا سے بھی بات نہیں کرنے دیتیں۔ دکھ کا بے پایاں احساس اس کے اندر جاگا تھا۔ وہ' اپنے آنسوؤں کو بمشکل پیتی ہوئی بولی۔
وہ بھیا' میں نے جاب کرلی ہے تو اس لئے آج کل بہت مصروف ہو گئی ہوں۔" وہ بات بناتے ہوئے" بولی۔
اچھا اپنا خیال رکھنا۔" اتنے عرصے بعد کسی کا اپنائیت بھرا لہجہ سن کر وہ بے آواز سسک اٹھی اور" جلدی سے فون رکھ کر واپس اپنی جائے پناہ میں آگئی۔ بھیا دیکھو تمہارے اس گناہ نے میری زندگی کو کس نہج پر لا کھڑا کیا ہے۔ اب میرے ہاتھوں میں کچھ نہیں رہا۔ میرا دامن بالکل خالی ہے' میری ذات کا غرور میرا امان سب مٹی میں مل گیا۔ بھیا' تمہیں نشاء کی زندگی برباد کرتے وقت اپنی بہن کا خیال کیوں نہیں آیا اور تم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ کل کو تم بھی بیٹی کے باپ بنو گے' مژگان سوچے گئی۔

ٹھیک آٹھ بجے اسفر کا ڈرائیور اسے لینے آگیا۔ گلابی جارجٹ کے سوٹ میں جس پر گلابی اور سفید کڑھائی کی ہوئی تھی۔ لائیٹ پنک لپ اسٹک ہونٹوں پر لگائے اور بالوں کی سادہ سی چوٹی بنائے اپنی تیاری کو اوکے کہہ کر وہ گاڑی میں آبیٹھی۔ پی سی کے وسیع ہال کے ایک کونے کی ٹیبل پر اسفر اپنی تمام تر شان کے ساتھ موجود تھا۔ گلابی کلر کے کپڑوں میں ملبوس جس کی آنکھیں بھی سوٹ کے ہم رنگ ہو رہی تھیں۔ دھیمے دھیمے قدموں سے چلتی وہ اس کی ٹیبل پر آئی۔ اسفر نے اس کے چہرے پر سوز و حزن کی لہریں بخوبی دیکھی تھیں۔ یہ لڑکی اتنی ڈپریس کیوں رہتی ہے۔ اسفر نے پہلی بار مژگان کے بارے میں ہمدردی سے سوچا۔ تھوڑی ہی دیر میں اسفر کے دو غیر ملکی مہمان بھی آگئے اور اسفر پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مژگان یہاں آکر اور زیادہ اداس ہو گئی تھی۔ کیونکہ تین سال پہلے ہی وہ کامران

اور روما کے ساتھ یہاں آئی تھی اور بالکل سامنے والی ٹیبل پر وہ تینوں بیٹھے خوب ہنسی مذاق کر رہے تھے۔
مژگان کی آنکھوں میں ماضی کا عکس بہت نمایاں ہو گیا۔ وہ ایک ٹک سامنے کی ٹیبل کو دیکھے گئی۔ ذہن کی اسکرین پر ماضی کی فلم جیسے چل رہی تھی۔ اف یہ یادیں کیسے عذاب میں ڈال دیتی ہیں ہمیں' بے بس پرندے کی مانند محض پھڑ پھڑانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ ایک ایسا پرندہ جس کے پر وقت نے کاٹ لئے ہوں وہ ماضی کی گلیوں میں دور تک نکل گئی۔ اسفر کنکھیوں سے اس کی غائب دماغی نوٹ کر رہا تھا۔ کبھی اس کے ہونٹوں پر کوئی بھولی بھٹکی مسکراہٹ در آتی اور کبھی شدت کرب سے وہ ہونٹ بھینچ لیتی۔
مژگان۔" وہ بے ساختہ اسے پکار بیٹھا۔ وہ جو نجانے کہاں نکل گئی تھی۔ یک لخت اسفر کی آواز پر حال کی" دنیا میں لوٹ آئی۔ اس وقت مژگان کی آنکھوں میں اتنی ناقابل بیان وحشت 'خوف و بے بسی تھی کہ چند لمحے کو اسفر گنگ سا رہ گیا۔ اچانک اس کے دل میں یہ خواہش ابھری کہ وہ اس کے بازوؤں کو نرمی سے پکڑ کر پوچھے کہ اے اداس لڑکی 'تم کیوں اتنی وحشت زدہ ہو' تمہاری آنکھوں میں یہ خوف و بے بسی کے رنگ کیوں ڈیرہ جمائے ہوئے ہیں؟ پھر یکدم مسٹر جون کی آواز پر وہ حواسوں کی دنیا میں واپس آ گیا۔
مژگان نے کھانا بھی بالکل برائے نام کھایا۔ واپسی میں وہ اسفر کی انتہائی لگژری گاڑی میں لب سیئے بیٹھی تھی۔
مس مژگان! آپ کی آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟" اسفر کے ہونٹوں سے یہ الفاظ بے ساختہ" نکلے تھے جن پر وہ خود بھی حیران ہوا تھا۔ مژگان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "سر یہ میرے دل کا لہو ہے۔ میرے خوابوں کا خون ہے جو میری آنکھوں سے چھلک رہا ہے وہ دل میں روتے ہوئے بولی۔
البتہ باہر سے چہرہ بالکل پر سکون تھا۔
ایکچولی سر' میں بہت تھک گئی ہوں اور نیند بھی آ رہی ہے تو..." اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی اپنے" اندر کے کرب کو چھپانا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ اسفر اسے گھر کے گیٹ پر اتار کر گاڑی زن سے لے گیا۔

مژگان دھول اڑاتی گاڑی کو دیکھ کر تلخی سے ہنس دی۔ تمہیں کیا معلوم اسفر علی خان! جب میرے اندر کے آنسو میری آنکھوں میں آنے لگتے ہیں تو ان کو پینے میں' میں کتنی بے حال ہو جاتی ہوں یہ کوئی مجھ سے پوچھے۔ وہ خود فراموشی کے عالم میں بولی تھی۔

کامران یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے آپ پاکستان سے آئے ہیں کھوئے" کھوئے اور بجھے بجھے سے رہنے لگے ہیں۔ آخر ایسی کون سی بات ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے؟"
کامران کی آنکھوں میں اضطراب و بے چینی کی لہروں نے مستقل اپنا ڈیرہ جما لیا تھا۔ کامران محض ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔
روما! میں مژگان کی طرف سے بہت فکر مند ہوں سوچ رہا ہوں کہ اسے یہاں اپنے پاس بلا لوں۔" "
کامران حتمی انداز میں بولا جسے سن کر روما کے سینے پر سانپ لوٹ گئے۔ لیکن فی الفور وہ بولی کچھ نہیں۔
ضمیر کے کوڑے کھاتے کھاتے وہ تھک سا گیا تھا اور جب سے اس کے گھر بیٹی نے جنم لیا تھا وہ اور زیادہ خوفزدہ اور مضطرب ہو گیا تھا۔
میں کل ہی سے کوششیں شروع کر دیتا ہوں۔" وہ تو جیسے سب کچھ طے کئے بیٹھا تھا۔"
"لیکن کامران۔"
نہیں روما۔" کامران اس کی بات کاٹتے ہوئے قطعیت سے بولا' روما اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ" گئی۔ "مجھے پلیز منع مت کرنا۔" وہ اٹل انداز میں بولا اور روما اس سوچ میں پڑ گئی کہ کس طرح کامران کو اس اقدام سے باز رکھا جائے۔

یہ ٹھنڈی و پر کیف اجالا بکھیرتی صبح کتنی حسین ہوتی ہے۔ یہ نیلگوں بیکراں آسمان صبح کے تاب ناک جلوے سے کتنا مسرور اور روشن دکھائی دیتا ہے۔ جیسے کسی دیوانے کا چہرہ اپنے محبوب کے آنے سے

یکدم جگمگا اٹھتا ہے' صبح کے آنے سے آسمان کے چہرے پر جو روشنیوں کی آبشار بہنے لگتی ہیں' یہی روشنی میرے جیسے شکست خوردہ وجود میں بھی زندگی کی ایک نئی توانائی بھر دیتی ہے۔ میرے رکتے قدموں کو دوبارہ چلنے پر اکساتی ہیں۔ سحر کی یہ چار سو پھیلی شوخ سی روشنی مجھے مسکرا کر دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ مت گھبراؤ مژگان... میں ہوں نا تمہارے ساتھ اور گلاب کے کھلے یہ نرم و نازک پھول جو رات بھر شبنم کی محبت میں بھیگے مجھے حوصلہ دیتے ہیں کہ میری طرح سر اٹھا کر مان و غرور کے ساتھ جیو اور ان کے ساتھ لگے پھول کے محافظ کانٹے مجھ سے کہتے ہیں کہ اس زمانے کی سرد و گرم ہوا سے بچنے کے لئے ہماری طرح تند و تیز بن جاؤ کہ کوئی تمہارے قریب آنے کی ہمت نہ کر سکے اور یہ بلند و بالا درخت کہتا ہے! مژگان میں بھی تو اکیلا ہوں لیکن میں کتنے طمطراق سے کھڑا ہوں۔ طوفانی ہواؤں اور پرزور آندھیوں کا تن تنہا سامنا کر رہا ہوں' میں تو ہمت نہیں ہارتا تو پھر تم کیوں ہمت ہارنے لگتی ہو۔ فجر کی نماز ادا کر کے مژگان ہر روز لان میں آکر ٹہلنے لگتی تھی۔ صبح کا یہ ابتدائی منظر جیسے اسے نئی ہمت و حوصلہ

دیتا تھا۔ وہ سرشاری سے سوچ گئی۔

بھابی! آپ۔" عظمیٰ بیگم کو انیکسی میں دیکھ کر مژگان ششدر رہ گئی۔ جب سے وہ یہاں شفٹ ہوئی" تھی۔ عظمیٰ بیگم نے یہاں قدم تک نہیں رکھا تھا۔

تمہارے لئے ایک خوشخبری ہے۔" عظمیٰ بیگم سپاٹ چہرے سے بولیں۔"

میرے لئے خوشخبری؟" مژگان متعجب ہو کر بولی۔"

ہاں بھئی' شکر کرو تمہیں کسی نے پوچھا تو سہی۔" بھابی استہزائیہ انداز میں بولیں۔ مژگان ان کی مبہم" باتوں سے الجھ گئی۔

بھابی! صاف صاف بتائیے کیابات ہے؟" مژگان کا تجس عروج پر پہنچ گیا۔"
تمہارے لئے ایک رشتہ آیاہے اور میرے خیال میں تم اس سے خوب واقف ہو۔" عظمیٰ بیگم بھنویں"
اچکا کر بولیں۔
میرے لئے بھلا کس کا رشتہ آسکتا ہے۔" وہ خود سے بولی۔"
"تمہارے آفس سے ہی آیا ہے۔ اچھا ہے تم نے اپنا انتظام خود ہی کر لیا۔"
بھابی کے لفظوں کے سنسناتے تیر اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔ اس نے زخمی نگاہوں سے بھابی کو
دیکھالب کچھ کہنے کی چاہ میں زخمی پرندے کی مانند محض پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔
اگلے جمعے کو ہم سادگی سے تمہارا نکاح کر رہے ہیں۔" بھابی گویاہزاروں احسان جتاتے ہوئے بولیں۔"
مگر رشتہ کس کا آیاہے؟" مژگان نے الجھ کر پوچھا۔"
"وہ رشید صاحب کا۔"
کیا...؟" وہ جہاں کی تہاں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ تحیر کی زیادتی سے آنکھیں پھٹی اور منہ کھلا کا کھلارہ"
گیا۔ معاً اشتعال کی ایک تیز لہر اندر سے ابھری جس نے اس کی رگوں میں شرارے بھر دیئے۔
بھابی! میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔" مژگان نے چڑ کر باقاعدہ"
عظمیٰ بیگم کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ عظمیٰ بیگم بری طرح تپ گئیں۔
تم کیا سمجھتی ہو کہ تمہیں کوئی دوبارہ کنوارہ اور ہینڈسم شوہر ملے گایا پھر کوہ قاف سے کوئی شہزادہ مہارانی کو"
بیاہنے آئے گا۔" وہ ہاتھ نچا نچا کر منہ سے آگ اگلنے لگیں۔ مژگان انتہائی غصے کے عالم میں انہیں وہیں
چھوڑ کر دوسرے کمرے میں بند ہو گئی۔

وہ بے تحاشا ہنسے جارہی تھی۔ ہنس ہنس کر اس کی خوبصورت کنچوں کی مانند آنکھوں میں پانی بھر گیا تھا۔
آخر تمہاری ہنسی کو بریک کیوں نہیں لگ رہے۔" وہ اتنی دیر سے اسفر کے سامنے بیٹھی ہنسے جارہی تھی اور"

اسفر کتنی دیر سے اس کی ہنسی تھمنے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن وہ چپ ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اسفر کا ضبط جواب دے گیا تو وہ انتہائی جھنجلا کر بولا۔

وہ... وہ مژ گان۔" اتنا کہہ کر وہ پھر ہنس دی۔"

مژ گان۔" یہ نام سن کر نجانے کیوں اسفر کی تمام حسیں تیز ہو گئیں۔"

"ارے مژ گان نے رشید صاحب کو آج خوب کھری کھری سنائیں۔"

اچھا' وہ کیوں؟" اسفر نے سر سری انداز میں استفسار کیا۔ حالانکہ وہ بات فوراً جاننا چاہتا تھا لیکن ظاہر ایسے" کیا جیسے اس ذکر میں اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

"موصوف اپنا رشتہ لے کر مژ گان کے گھر پہنچ گئے۔"

واٹ! رشید صاحب؟" وہ حیران رہ گیا پھر ناگواری کی لہر عود کر آئی تھی۔ اسفر کے اعصاب تن سے گئے۔"

مژ گان ان کی بیٹی کی عمر کی ہے۔" اسفر کو نجانے کیوں سخت برا لگا تھا۔"

لیکن طلاق یافتہ بھی تو ہے۔" لیلیٰ نے آگے ٹکڑا لگایا۔ اچانک اسفر کے دل سے کوئی آواز آئی۔ شاید اسفر" کے دل کی کھڑکی لفظ طلاق یافتہ کی ہوا سے بند ہوئی تھی جو نجانے کب اور کیسے مژ گان کے لئے کھلی رہ گئی تھی۔

میں تو کہتی ہوں کہ مژ گان کو یہ رشتہ فوراً قبول کر لینا چاہئے ورنہ آج کل کے دور میں مطلقہ لڑکیوں کو پوچھتا" کون ہے۔" وہ نخوت سے اپنے براؤن بال جھٹکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اسفر کو لیلیٰ کا انداز پسند نہ آیا لیکن خاموش رہا۔

رشید صاحب بتا رہے تھے کہ بیچاری کو شادی کی دوسری صبح ہی طلاق ہو گئی تھی۔ حالانکہ لڑکا بہت ہینڈسم اور" پیسے والا تھا۔" لیلیٰ نے مژ گان کے متعلق اسفر کی معلومات میں اضافہ کیا جسے سن کر وہ انتہائی متعجب ہو گیا۔

"آخر کیا وجہ تھی جو اس کے شوہر نے اسے شادی کے دوسرے دن ہی طلاق دے دی؟ وہ یہ بات جاننے کو سخت بے چین ہو گیا۔ لیلیٰ اسفر کا غیر معمولی انداز دیکھ کر کھٹک سی گئی۔

"اسفر تم کیوں مژگان جیسی طلاق یافتہ لڑکی کے ذکر میں اتنی دلچسپی لے رہے ہو؟" وہ آبرو اچکا کر بولی۔

"او کم آن لیلیٰ' یہ بات کافی حیرت انگیز ہے کہ اسے ایک ہی دن میں کس جواز کی بناء پر طلاق ہوئی۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں۔" وہ لیلیٰ سے زیادہ خود کو صفائی دینے لگا۔

"وہ تو کسی کو نہیں معلوم۔" لیلیٰ سوچتے ہوئے بولی۔ "رشید صاحب بتا رہے تھے کہ اس نے اپنے گھر والوں تک کو نہیں بتایا۔ اس کی ماں بھی اس صدمے سے مر گئی کہہ رہے تھے میں تو آنکھوں دیکھی مکھی نگلنے کو تیار تھا لیکن ان محترمہ کے مزاج تو عرش اعلیٰ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ بھی سنا ہے کہ محترمہ گھر والوں سے قطع تعلق کئے انیکسی میں رہتی ہیں۔ کافی بدزبان اور تنک مزاج ہے۔" لیلیٰ جو کچھ مژگان کے بارے میں بتا رہی تھی اسفر کا دل اس کی ہر بات کی نفی کر رہا تھا۔ اسفر نے تو اس کی سمندر جیسی گہری آنکھوں میں ہمیشہ اضطراب' بے بسی و خوف اور تنہائی کے کرب کی لہریں دیکھی تھیں۔

"اور رہی دوسرے ہی دن طلاق کی وجہ تو اس کی قصوروار بھی یہی ہے۔" لیلیٰ اپنی بات پر زور دے کر بولی تو اسفر نے اسے بے حد چونک کر دیکھا۔

"بھئی اس کی خاموشی ہی اس بات کا چیخ چیخ کر اعلان کر رہی ہے کہ وہی قصوروار ہے ورنہ وہ اپنے ہونٹوں پر اس طرح چپ کا قفل نہ ڈالتی۔" لیلیٰ دور کی کوڑی لائی۔

"نہیں۔۔۔ اگر وہ اس ٹائپ کی لڑکی ہوتی تو کب کی ارباز آصف کی طرف پیش قدمی کر چکی ہوتی۔ جو اس کے آگے پیچھے پھرتا ہے۔ یقیناً کوئی بڑی مجبوری' جس نے اس کے ہونٹوں کو گونگا کر دیا ہے لیکن اس کی آنکھیں تو بولتی ہیں۔ اسفر علی خان کے اندر گویا جنگ سی چھڑ گئی تھی۔ اس کی تمام سوچیں مژگان کے ارد گرد گھومنے لگیں۔

وہ انتہائی انہماک سے حسب معمول اپنے کام میں مصروف تھی معاً موبائل کی بپ بجی۔ مژگان نے اپنی ضرورت کے تحت موبائل خرید لیا تھا۔ موبائیل اسکرین پر گھر کا نمبر دیکھ کر اس کی چھٹی حس نے گویا خطرے کا الارم بجایا۔ کیونکہ گھر سے آج تک کسی نے اسے فون نہیں کیا تھا اور یہ نمبر بھی اس نے صرف عبیر کو دیا تھا۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ "یس" کا بٹن پش کیا اور دوسری طرف عبیر نے جو اسے اندوہناک خبر سنائی وہ اس کے حواسوں پر بجلی بن کر گری۔ جس نے اس کے حواس کو مختل کر دیا۔ یک لخت موبائل اس کے لرزتے ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ اس نے کرسی سے اٹھنا چاہا لیکن پیروں نے گویا اس کا وزن اٹھانے سے انکار کر دیا۔ انتہائی دقتوں سے اس نے خود کو اٹھایا اور بنا پرس اور موبائل اٹھائے وہ تیزی سے دروازے کی طرف بھاگی۔ آفس کے اسٹاف نے اسے انتہائی متعجب ہو کر دیکھا۔ وہ یونہی اپنے آپ سے بے پروا بھاگتی ہوئی لفٹ تک آئی جو نیچے کی طرف جانے کا اشارہ دے رہی تھی۔ وہ لفٹ کو چھوڑ چھاڑ کر سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔ مژگان کے قدم اٹھ کہیں رہے تھے اور پڑ کہیں اور رہے تھے۔ اسی دم دوسری لفٹ سے اسفر اوپر آیا اور پہلی ہی نگاہ مژگان کے ڈولتے وجود پر پڑی۔ اسے یوں دیوانوں کی طرح بھاگتے دیکھ کر وہ متحیر رہ گیا۔

مژگان۔" بے ساختہ اس کے ہونٹ چلا اٹھے لیکن وہ سن کہاں رہی تھی۔ اسفر بے اختیارانہ انداز میں" اس کے پیچھے لپکا۔ لیکن وہ اپنے ڈگمگاتے قدموں کی بدولت سیڑھیوں سے نیچے گر چکی تھی۔ اومائی گاڈ... اسفر انتہائی پریشانی کے عالم میں تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں طے کر کے آیا جو اوندھے منہ زمین پر پڑی تھی۔ جس کا ماتھا کارنر پر رکھے گملے سے ٹکرا کر خون آلود ہو گیا تھا۔ سفید براق سوٹ اس کے لہو سے تیزی سے سرخ ہو رہا تھا۔ اسفر جو اس پر ایک نگاہ بھی نہ ڈالنے کا دعوے دار تھا اس نے انتہائی بدحواسی کے عالم میں اسے اپنے بازوؤں پر اٹھایا۔ اور بجلی کی سرعت سے لفٹ کی طرف بھاگا۔ نیچے اس کا باوردی ڈرائیور پہلے ہی سے موجود تھا۔ وہ آناً فاناً اسے اپنے دوست کے پرائیویٹ ہوسپٹل لے گیا۔

ہائے میری روما... بھری بہار میں کیسے خزاں نے آ کر اس کی زندگی میں پنجے گاڑ دیئے۔ میری پیاری"

بہن کی خوشیوں کو نجانے کس کی نظر کھا گئی۔ کس بد بخت کی نگاہ نے اس کا سہاگ اجاڑ دیا۔ اور اس چند ماہ کی بچی کو باپ کے سائے سے محروم کر دیا۔" عظمیٰ بیگم بین کر رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کامران کے دوست کا آسٹریلیا سے فون آیا تھا' جس نے کامران کے ایکسیڈنٹ میں موت ہونے

کی خبر سنائی تھی جبکہ روما کی حالت انتہائی دگرگوں تھی۔ مہران حیدر آج شام کی فلائیٹ سے ہی اپنے بھائی کے تابوت اور بھاوج و بھتیجی کو لینے جا رہے تھے۔ عبیر نے ہی یہ منحوس خبر مژگان کو بھی سنادی تھی۔ آخر وہ کامران حیدر کی بہن تھی۔ حیدر ہاؤس اس وقت رنج و غم کی لپیٹ میں ڈوبا ہوا تھا۔ عظمیٰ بیگم کے میکے اور خاندان والے آناً فاناً جمع ہو گئے تھے۔ گھر میں صف ماتم بچھ گئی تھی۔ ہر آنکھ کامران کی جواں مرگی پر اشکبار تھی۔ ایسے میں صرف عبیر کو ہی مژگان کی غیر حاضری ستا رہی تھی۔ دو گھنٹے ہو چکے تھے اسے مژگان کو اطلاع کئے ہوئے لیکن وہ ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ عبیر نے دوبارہ مژگان کے موبائل پر ٹرائی کیا جو رسپانس نہیں دے رہا تھا۔ زمین پر گر کر موبائل ناکارہ ہو چکا تھا۔

اسے بے ہوش ہوئے تین گھنٹے سے زائد گزر چکے تھے۔ لیکن اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ اسفر علی خان مسلسل تین گھنٹے سے کاریڈور میں کھڑا تھا۔ ذہن کی اسکرین پر بار بار مژگان کا بے تحاشا ہو کر بھاگنا ریوائنڈ ہو کر سامنے آ رہا تھا۔ 'آخر ایسی کیا بات ہوئی جو یہ اتنی بدحواس ہو کر بھاگی۔' اسفر اسی نقطے پر سوچ جا رہا تھا۔ معاً ذہن' میں اسپارک ہوا۔ شاید کوئی بری خبر۔ وہ زیر لب بڑبڑایا پھر تیزی سے موبائل پر بٹن پش کرنے لگا۔ یس سر... رشید صاحب کی خوشامدانہ آواز ابھری۔ رشید صاب ذرا مژگان کی ٹیبل پر جائیے وہاں کوئی سامان ہے۔" وہ بارعب لہجے میں بولا۔ تھوڑی دیر خاموشی کے بعد رشید صاحب کی آواز آئی۔ سر ان کا پرس ہے اور زمین پر موبائل پڑا ہے جو گر کر ناکارہ ہو چکا ہے۔ نجانے کیا بات ہوئی جو وہ اتنی عجلت میں باہر بھاگی تھیں۔" رشید صاحب بھی حیران حیران سے بولے۔ اسفر کے یقین پر مہر ثبت

ہو گئی تھی کہ یقیناً مژ گان کوئی بہت بری خبر سن کر اپنے حواس چھوڑ کر بھاگی تھی او کے... اسفر نے کہہ کر لائن ڈراپ کر دی۔ پھر اپنے ڈرائیور کو اس کے گھر اطلاع دینے کے لئے بھیجا۔ اسی اثناء میں ڈاکٹر عامر باہر آیا جو اسفر کا بہت اچھا دوست بھی تھا۔ اب کیسی ہے وہ۔ لہجے میں بے چینیاں ہی بے چینیاں تھیں۔

"ریلیکس اسفر!" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اسی اثناء میں ایک نو عمر لڑکی حواس باختہ سی ان کے پاس آئی۔

"کیا ہوا پھوپو کو؟" وہ لڑکی بے تحاشا اندیشوں میں گھر کر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"دیکھئے، فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہے۔ البتہ کوئی بڑا صدمہ بھی انہیں پہنچا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ اب تک ہوش میں نہیں آ رہیں۔" عبیر نے انتہائی دکھ سے سامنے کھڑے اس بارعب سے بندے کو دیکھا جس کی پیچ کلر کی قمیص پر جا بجا خون کے دھبے تھے جو یقیناً مژ گان کے تھے۔ پھر شیشے کے پار مژ گان کی دگرگوں حالت دیکھ کر وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ اسے یوں روتا دیکھ کر دونوں گھبرا گئے۔

"پلیز اپنے آپ پر کنٹرول کیجئے۔ انہیں ابھی ہوش آ جائے گا۔" اسفر اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"لیکن انہیں صدمہ کیا پہنچا ہے۔" عامر نے اسفر کے منہ کی بات چھین لی تھی۔

"وہ ڈاکٹر صاحب! میرے چاچو روڈ ایکسیڈنٹ میں۔" اتنا کہہ کر وہ بری طرح رو دی۔

"...اوہ۔" دونوں کے ہونٹ سکڑ گئے۔ "ہمیں افسوس ہے اور شاید یہی صدمہ"

"ڈاکٹر صاحب پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔" ڈاکٹر عامر کی بات بیچ میں ہی رہ گئی جب نرس بھاگتی ہوئی باہر آ کر بولی۔ تینوں اندر کی طرف بھاگے تھے۔

مژ گان عبیر کو دیکھ کر اتنی بری طرح بکھری کہ پھر تینوں کو اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ آج وہ اپنے اندر جمع سارے آنسو بہا دینا چاہتی تھی۔ اسفر کو مژ گان کی یہ حالت دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل رہی تھی۔

مجبوراً ڈاکٹر عامر نے زبردستی مژگان کو نیند کا انجکشن لگادیا۔ وہ ایک بار پھر ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی۔
سوتے ہوئے بھی کچھ کچھ دیر میں ایک آدھ سسکاری اس کے بھنچے ہوئے لبوں سے آزاد ہو جاتی
سرسوں کے پھول کی مانند زرد چہرہ کپکپاتے بے بس ہونٹ اور دکھ سے لرزتی پلکیں اس کی نگاہوں کی
گرفت میں تھی۔ "سر آپ جائیں۔ میں مژگان پھوپو کے پاس ہوں۔ ' 'عبیر جان گئی تھی کہ یہ مژگان کے
پاس ہیں جو انہیں اسپتال لائے ہیں۔ کاش میں پھوپو کو یہ خبر فون پر نہ بتاتی۔ وہ پچھتاؤوں میں گھری ہوئی
تھی۔ اسفر نے بھی اپنا جانا مناسب سمجھا اور ڈاکٹر عامر کو اس کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت کر کے چلا گیا۔
عبیر کو رہ رہ کر ماں کا سنگدلانہ رویہ یاد آرہا تھا جب ڈرائیور نے آکر انہیں مژگان کے حادثے کے بارے میں
بتایا تو انہوں نے کتنی نفرت سے کہا تھا۔ پڑا رہنے دو اسے اسپتال میں اس کی نحوست ہی اس گھر کی
خوشیوں کو کھا گئی لیکن عبیر ایسی سنگدلی کا مظاہرہ نہ کر سکی۔ اور ڈرائیور کے ساتھ چلی آئی۔ رات گئے مژگان
کی حالت سنبھلی تو وہ ایک بار پھر رو دی۔ اس وقت اسے عبیر کا سہارا بہت بڑی نعمت لگ رہا تھا۔

پھوپو پلیز اپنے آپ کو سنبھالئے۔" وہ نازک سی کم عمر لڑکی اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔"
مژگان نے اپنے منتشر وجود کو ایک بار پھر سنبھالنے کی کوشش کی۔ "اب جو ہو چکا تھا اسے بدلا تو نہیں
جاسکتا تھا۔ نشاء کی معصوم آہیں اور بے بس سسکیاں کامران حیدر کو لے ڈوبی تھیں۔ اس رات زبردستی
ڈسچارج ہوتے وقت اسے اسپتال کے بل کا خیال آیا تو وہ ہراساں ہو گئی۔ اتنا بھاری بل وہ کیسے ادا کرے
گی۔
پھوپو چلئے۔" عبیر کی آواز نے اس کی سوچوں کا ارتکاز توڑا۔"
لیکن عبیر وہ بل۔" وہ ہکلاسی گئی۔"
وہ آپ کی کمپنی نے ادا کر دیا ہے۔" عبیر دھیرے سے بولی۔"

کمپنی والوں نے ؟" اسے خاصا اچنبھا ہوا لیکن یہ وقت ایسی باتیں سوچنے کا نہیں تھا۔ وہ عبیر کے ہمراہ گھر آ گئی۔"

وہ تھکے تھکے قدموں سے گھر میں داخل ہوا تو دینو بابا کو متفکر پایا۔ "اسلام علیکم بابا۔" اسفر نے نہایت آہستگی سے سلام کیا دینو بابا اس کا مضمحل اور نڈھال نڈھال سا انداز دیکھ کر چونک گئے۔ معاً ان کی نگاہ اسفر کے گریبان پر لگے خون کے دھبوں پر پڑی تو وہ سخت پریشان ہو گئے۔

ارے اسفر بیٹا! یہ خون کیسا ہے ؟" اسفر ان کی بے چینی و پریشانی دیکھ کر مسکرا دیا جو ان کے چہرے سے ہویدا تھی۔ ایک ان کا ہی تو وجود تھا جنہیں اسفر اپنا سمجھتا تھا۔ دینو بابا یہاں کے بہت پرانے اور وفادار ملازم تھے۔ اسفر کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے پالا تھا۔ وہ اسفر سے بہت محبت کرتے تھے اور اسفر بھی ان کی بہت عزت واحترام کرتا تھا۔ سات سال پہلے پلین کریش میں اسفر کے والدین جاں بحق ہو گئے تھے چونکہ دونوں نے سماج اور خاندان سے ٹکرا کر شادی کی تھی لہٰذا اسفر کا اپنے ننھیال و ددھیال سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ البتہ ڈیتھ کے بعد کچھ لالچی رشتے داروں نے اسفر سے ملنا چاہا لیکن اسفر اتنا نا سمجھ نہیں تھا جو ان کی نیتوں کو نہ بھانپ سکتا تھا۔ وہ کسی سے بھی ملنا پسند نہیں کرتا تھا صرف دینو بابا ہی اس کے ماں باپ اور خاندان تھے۔ کتنا اکیلا اور تنہا رہ گیا ہے۔ پیار' محبت توجہ جیسے جذبوں سے کوسوں دور صرف پیسہ کمانے کی مشین بن گیا ہے۔ دینو بابا اسفر کی شکستہ حالت کو دیکھ کر دکھ سے سوچ رہے تھے۔

بیٹا تم نے بتایا نہیں یہ خون کس کا ہے ؟" دینو بابا نے پھر اپنا سوال دہرایا تو اسفر جیسے سنبھلا۔"

وہ بابا' میرے دوست کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا تو میں نے اسے ہوسپٹل پہنچایا۔ بس اسی کے ماتھے کا خون۔" وہ نپے تلے انداز میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔"

اوہ اب کیسا ہے تمہارا دوست ؟" دینو بابا نے فکرمندی سے پوچھا تو یکدم اسفر کی آنکھوں کے پردے پر روتی بلکتی مژگان آ گئی۔ اس وقت وہ کتنی ٹوٹی ہوئی اور بکھری بکھری لگ رہی تھی۔"

جی بابا اب ٹھیک ہے۔" اسفر گم صم سا ہو کر بولا تو دینو بابا نے اطمینان کا سانس لیا۔"
اچھا تم کپڑے چینج کر لو میں کھانا لگواتا ہوں۔" اسفر ان کی بات پر سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بیڈ روم کے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنی خون آلود شرٹ کو بغور دیکھا۔ کتنی قریب تھی وہ میرے ان بازوؤں پر اس کا وجود تھا۔ وہ اپنے بازو دیکھتا ہوا سر گوشی میں بولا۔ کیوں؟ دماغ نے سوال داغا وہ کیوں میرے قریب تھی۔ کیونکہ میری بانہوں میں تھی۔ میں جو اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھنا نہیں چاہتا صرف اس کی خاطر ہوسپٹل کے سنسان کوریڈور میں اتنے گھنٹوں تک کیوں کھڑا رہا۔ دماغ سوال پر سوال کر رہا تھا اور اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے وہ سب انسانیت کے ناتے کیا تھا۔ اس نے گویا بڑی دقتوں سے دماغ کو جواب دے کر اسے مطمئن کرنا چاہا۔
انسانیت کے ناتے' دل یکدم تڑپ سا گیا اور دہائیاں دینے لگا۔ اچھا... پہلے تو تم نے کبھی یہ انسانیت' نہیں دکھائی۔ دماغ استہزائیہ انداز سے بولا۔ دیکھو اسفر علی خان جو لوگ دل میں بستے ہیں ان کے دکھ و تکلیف میں ہم یونہی حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ وہ تمہارے دل کی مکین نہیں' یہ غلط ہے وہ بدکار' لیلیٰ کی باتوں سے تمہارے دل کی کھڑکی ضرور بند ہوئی تھی لیکن دروازہ تو کھلا رہ گیا تھا۔ وہ تم نے بند کیوں نہیں کیا۔ اس کا دل اسے کھری کھری سنا رہا تھا لیکن... وہ طلاق یافتہ... وہ اپنے دل سے بولا... تو کیا اس سے محبت کرنا جرم ہے۔ اس سے شادی کرنا گناہ ہے؟ کیا وہ پیار کرنے کے لائق نہیں۔ محض اس بات پر کہ وہ تمہارے لئے ان چھوئی کلی نہیں۔ واہ اسفر علی خان واہ۔ تم مرد بھی کمال کی چیز ہو خود تو گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتے ہو اور چاہتے ہو کہ خود کو بارش کی پہلی بوند کی مانند شفاف و پاک اور ان چھوئی لڑکی ملے جو آسمان سے اتر کر صرف تمہاری دسترس میں آئے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں ان چھوئی کلی ملے تو کیا وہ نہیں چاہ سکتی کہ اس کا چاہنے والا بھی کسی کو نہ چھوئے۔ وہ بھی تو تمہیں استعمال شدہ کہہ کر تمہاری ہستی کی دھجیاں اڑا سکتی ہے۔ اسفر سر تھامے بیٹھا تھا۔ اس کے اندر ایک گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا۔

حیدر ہاؤس اس وقت لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی تھیں وہ سب سے الگ تھلگ چپ چاپ گھٹنوں میں سر دیئے آنسو بہا رہی تھی۔ کسی نے بھی اس سے جھوٹے منہ یہ تک نہیں پوچھا کہ تمہارے ماتھے پر چوٹ کیسے لگی۔ بجا کہ اسے گلے لگا کر اس کے بھائی کا پرسا دیتے۔ تقریباً شام کو کامران حیدر کا تابوت گھر آ گیا۔ گھر میں جیسے کہرام برپا ہو گیا۔ روما کو شدت غم سے غش آ رہے تھے اور چند ماہ کی زویا اس سارے ہنگامے سے بے خبر اس بھیانک حقیقت سے انجان فرشتوں جیسی نیند سو رہی تھی۔ اسفر بھی جانے کون سے جذبے کے تحت مژگان کے بھائی کی میت پر شریک ہونے چلا آیا تھا۔ وہیں اسے مہران حیدر کو دیکھ کر سو والٹ کا کرنٹ لگا۔ بزنس دنیا کے حوالے سے وہ مہران حیدر سے اچھی طرح واقف تھا اور یہ جان کر کہ مژگان مہران حیدر جیسے کامیاب بزنس مین کی بہن ہے وہ متحیر رہ گیا۔ مژگان کو بھلا اتنی معمولی نوکری کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسفر بری طرح الجھ سا گیا۔

آج کامران حیدر کو اس دنیا سے گئے پندرہ دن ہو چکے تھے۔ وہ چپ چاپ انیکسی میں پڑی بے آواز آنسو بہا رہی تھی کہ یکدم دھماکے سے دروازہ کھلا اور روما بپھری ہوئی شیرنی کی مانند اندر آئی اور اندر آتے ہی مژگان پر چیل کی طرح جھپٹ پڑی۔

تمہاری وجہ سے میرا سہاگ اجڑ گیا میری کلائیوں کی ساری چوڑیاں ٹوٹ گئیں تم نے مجھ" سے ست رنگی چنری چھین کر بیوگی کی سفید چادر میرے اوپر ڈال دی۔" روما اپنے آپے میں نہیں تھی۔

بھابی کیا ہو گیا ہے آپ کو۔" وہ اپنے آپ کو بچاتی ہوئی بمشکل بولی۔ عظمیٰ بیگم بھی دروازے پر کھڑی" اسے خون آشام نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

تم ہی نے وہاں آنے کی ضد کی تھی اور بیچارا کامران رات دن کا فرق بھلائے تمہیں وہاں بلانے کی" کوشش کر رہا تھا اور اسی کوشش میں ایک دن وہ گھر سے نکلا اور پھر زندہ واپس نہ آیا۔" روما تھک کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اونہہ' اپنے سر سے شوہر کے نام کی چادر چھن گئی تو میری بہن کے سائبان پر اپنی حسد کی چنگاری سے "
"آگ لگادی۔
بھابی!" عظمیٰ بیگم کے زہر اگلتے جملوں کی وہ تاب نہ لا کر چلا اٹھی۔ "وہ میرا بھائی تھا۔ میرا ماں جایا تھا' "
میں بھلا کیوں اس کے گھر پر نظر لگاتی۔ میں تو اس کا گھر..." اتنا کہہ کر وہ زور زور سے رونے لگی۔ بھیا
صرف تمہارا گھر بچانے کی خاطر ہی تو میں نے اپنی زبان پر خاموشی کے قفل ڈالے تھے لوگوں کی تیغ و تلوار
جیسی کاٹ دار باتیں اپنی روح پر سہی تھیں ان کی نفرت و حقارت سے لبریز آنکھیں اپنے دل پر سہی تھیں
اور اب جب تم چلے گئے تو بھی میں ہی معتوب ٹھہرائی گئی۔ وہ دل میں چلاتے ہوئے روئے گئی۔
مژگان نے دوبارہ آفس جوائن کر لیا تھا۔ اسفر نے آفس کے اسٹاف کو مژگان کے بھائی کی ڈیتھ کی خبر دے
دی تھی۔ البتہ اس کے گھر کا ایڈریس نہیں بتایا تھا اور نہ وہ سب اس کی اتنی مستحکم پوزیشن دیکھ کر انگشت
بدنداں رہ جاتے۔ لہٰذا آج جب وہ آفس آئی تو سب ہی نے اس سے تعزیت کی۔ لیلیٰ اور ارباز نے بھی
رسمی انداز میں افسوس کیا۔ مژگان اس بات سے انجان تھی کہ اسفر اس کے بھائی کی میت پر گھر آیا تھا۔
البتہ عبیر نے اسے یہ بات بتادی تھی کہ اسفر ہی اسے ہوسپٹل لے کر آیا تھا۔ جسے سن کر وہ اب اس کا سامنا
کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔ البتہ دل ہی دل میں اس کی احسان مند تھی کہ وہ اسے ہوسپٹل لے گیا تھا اور اس
حادثے سے آفس کے تمام اسٹاف کو بھی بے خبر رکھا گیا تھا۔ سوائے آفس کے باہر موجود گارڈ اور اسفر
کے ڈرائیور کے اس واقعے کا کسی کو علم نہیں تھا۔ اتنے دنوں کا کام جمع ہو گیا تھا وہ تندہی سے اپنے کام میں
جت گئی۔ آف ٹائم پر اس نے سر اٹھایا تو یکدم بے تحاشا تھکن کا احساس ہوا۔ وہ ایک ہاتھ سے اپنی دکھتی
گدی کو دباتی ہوئی سیٹ سے اٹھی۔ سوائے ایک دو ورکرز کے تمام اسٹاف جا چکا تھا۔ وہ فائل لے کر اسفر
کے روم میں گئی۔ دو تین بار ناک کیا لیکن جواب ندارد۔ اس نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو وہاں کوئی
نہیں تھا۔ وہ یہ سوچ کر اندر چلی آئی کہ اسفر کی ٹیبل پر فائل رکھ کر چلی جائے گی۔ ابھی وہ میز پر فائل رکھ
ہی رہی تھی کہ کھٹ سے دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ بجلی کی سرعت سے پیچھے پلٹی اور مقابل کو دیکھ کر

اس کی روح جیسے جسم سے کھنچ گئی۔

"او ہو' کتنی خوبصورت گھڑی ہے یہ کہ میں اور تم اس کمرے میں تنہا ہیں۔" وہ بے باکانہ نگاہوں سے اس کے سراپے کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ مژگان کا پورا جسم کانپ اٹھا۔ دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔ کالے کپڑوں میں ملبوس کالی گہری آنکھوں میں سوگواری کی دبیز تہہ لئے جس کے اندر سے چھلکتی گلابیوں نے اس کی آنکھوں کو مزید قاتل بنا دیا تھا۔ ارباز کو بہکا گئی۔

"بند کریئے اپنی یہ فضول بکواس۔" مژگان درشتگی سے بولتی ہوئی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی لیکن یہ کیا؟ ارباز نے آگے بڑھ کر فرار کے سارے راستے مسدود کر دیئے۔

"مسٹر ارباز ہوش کیجئے' چھوڑیئے میرا راستہ۔" مژگان کانپتی ہوئی لڑکھڑاتی آواز میں بے ربط سی ہو کر بولی۔

"ارے جان' تمہارے اس حسین مکھڑے اور دلکش سراپے نے مجھے خود سے بیگانہ کر دیا ہے اور تم کہتی ہو کہ ہوش کروں۔" ارباز گنگنا کر بولتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔

"خبردار' جو ایک قدم بھی آگے بڑھایا مم... میں شور مچا دوں گی۔" وہ ہکلا کر بولی۔ ارباز قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اس وقت باہر کوئی بھی نہیں ہے اور ویسے بھی کمرہ ساؤنڈ پروف ہے اور تمہارا باس مسٹر اسفر علی خان بھی ابھی ہی نکلا ہے۔" اوہ تو یہ میری تاک میں تھا۔ اب کیا کروں۔ اے میرے مالک! مجھے اس خونی بھیڑیے سے بچا لے۔ مژگان دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگی۔ یکدم اس نے مژگان کی پھول جیسی کلائی اپنے درندے نما ہاتھوں میں جکڑ لی۔

"ارباز! چھوڑو مجھے۔" وہ حلق کے بل دھاڑی۔ اور شاید یہ قبولیت کا وقت تھا کہ یک لخت دروازہ زور زور سے بجایا جانے لگا۔ ارباز اور مژگان دونوں نے بے ساختہ دروازے کی طرف دیکھا۔ اسفر جو گھر جانے کے لئے آفس سے کافی دور نکل آیا تھا کہ معاً اپنا موبائل یاد آنے پر گاڑی ریورس کر کے آفس آیا۔ جو وہ اپنے

کمرے میں بھول آیا تھا۔ پارکنگ پر ارباز کی گاڑی دیکھ کر وہ بری طرح چونک گیا۔ پھر جیسے کوئی خیال بجلی کی مانند کوندا۔ جس وقت وہ عجلت میں اپنے روم سے باہر نکلا تھا مژگان فائل میں سر نیہوڑائے دنیا ومافیہا سے بے خبر کام میں مصروف تھی۔ اسے اسفر کے جانے کا بھی احساس نہ ہوا۔ وہ تیر کی تیزی سے تقریباً بھاگتے ہوئے اندر آیا اور اپنے روم کا دروازہ لاکڈ دیکھ کر اسے بے تحاشا انداز میں پیٹ ڈالا۔ اس کا خیال سو فیصد درست ثابت ہوا۔ سرخ آنکھیں لئے ارباز نے کافی گھبرا کر دروازہ کھولا۔ اسفر جس تیزی سے اندر آیا اسی تیزی سے کوئی وجود اس سے بری طرح ٹکرایا اور اس کے شانے سے لپٹ کر بری طرح سسک اٹھا۔ "سر پلیز مجھے اس وحشی سے بچالیں پلیز سر' مجھے یہاں سے لے چلیے۔ "مژگان انتہائی خوف و بے بسی کے عالم میں روتے ہوئے بول رہی تھی اور اسفر کو اس سمے یوں لگا جیسے کوئی آتش فشاں اس کے اندر پھوٹ پڑا ہو۔ اس نے کینہ توز نگاہوں سے ارباز کو دیکھا۔ ارباز گڑبڑا سا گیا۔

"دیکھو اسفر۔"

شٹ اپ ارباز آصف۔ "وہ اس کی بات کاٹ کر شیر کی مانند دھاڑا۔ "تمہیں ہمت کیسے ہوئی کہ میرے روم" میں میرے ہی ورکر کے ساتھ یہ بدتمیزی کرو۔" ارباز اس کے اشتعال کو دیکھ کر اندر ہی اندر خائف ہو کر بولا تھا جسے سن کر اسفر جیسے گرم تندور میں جا گرا تھا۔

"یار یہ سب تو چلتا ہی ہے۔ اور پھر یہ سب تو تمہارے لئے بھی نیا نہیں ہے۔"

ارباز اپنی زبان یہیں روک لو۔ وگرنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا۔ میں تمہاری طرح اتنا رزیل اور کمینہ" نہیں ہوں کہ کسی مجبور اور بے بس لڑکی کے ساتھ زبردستی کروں۔" جبکہ مژگان اسفر کے شانے سے علیحدہ ہو کر ایک جگہ ہراساں سی کھڑی ساری کارروائی دیکھ رہی تھی۔

اوہ تو پھر یوں کہو نہ کہ تم بھی اس کے طلبگار ہو گئے۔ اس کے حسن کی کشش نے تمہارے سارے اصولوں" "... کو پانی میں بہا کر تمہیں

ارباز۔" وہ اتنے زور سے دھاڑا کہ مژگان کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔ اور پھر اگلے ہی لمحے وہ دونوں"

گتھم گتھا ہو گئے۔ مژ گان بری طرح حواس باختہ ہو گئی اور لرزتے ہاتھوں سے انٹر کام کے ذریعے باہر کھڑے گارڈ کو اوپر بلالیا۔ جس نے بمشکل دونوں کو علیحدہ کیا۔

"دیکھ لوں گا اسفر تم کو۔ تم نے اس دو ٹکے کی لڑکی کی خاطر میری دوستی پر لات ماری ہے۔" اسفر دوبارہ بپھر کر پھر اس کی طرف لپکا لیکن گارڈ نے اسفر کو مضبوطی سے پکڑلیا۔ ارباز سنگین نتائج کی دھمکی دیتا فوراً رفوچکر ہو گیا۔ گارڈ بھی اسفر کو ٹھنڈا کر کے باہر چلا گیا۔ اسفر اپنے ہونٹوں کے کنارے سے نکلتے خون کو اپنی آستین سے صاف کرنے لگا جبکہ مژ گان کونے پر ڈری سہمی کھڑی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ یہاں سے بھاگ نکلے یا اس مہربان کا شکریہ ادا کرے جس نے اس کی عزت بچائی تھی۔ معاً اسفر کی نگاہ ہراساں سی مژ گان پر پڑی۔ "کیا ضرورت تھی ارباز کی موجودگی میں تنہا اندر آنے کی۔" وہ اس پر برس پڑا۔ مژ گان حیران رہ گئی۔

"سر! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ جب میں فائل رکھنے آئی تھی تو کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے پیچھے سے آکر۔" وہ محض منمنا کر رہ گئی۔

"آئیے میرے ساتھ۔" وہ سختی سے بولتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر آگیا تو مژ گان بھی باہر ٹیبل سے اپنا پرس اُٹھا کر تقریباً اس کے پیچھے بھاگی اور چپ چاپ اس کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر پہلے گزرنے والا اعصاب شکن واقعہ ابھی تک اس کے حواسوں کو مختل کئے ہوئے تھا۔ اسفر انتہائی دھیمی رفتار سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ قمیص کے اوپری دو تین بٹن ٹوٹ چکے تھے جبکہ ہونٹ کا کنارہ زخمی تھا۔

"مژ گان! کیا آپ مہران حیدر کی سگی بہن ہیں؟" سوال انتہائی غیر متوقع تھا۔ مژ گان اسے اچنبھے سے دیکھنے لگی۔

"یس سر! وہ میرے سگے بھائی ہیں۔" مژ گان گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔

"تو پھر آپ کیوں اتنی معمولی سی جاب کر رہی ہیں۔ آخر ایسی کیا مجبوری ہے۔" دماغ میں کئی دنوں سے کلبلاتا سوال آج اسفر کے ہونٹوں میں آکر آزاد ہو گیا۔

آپ نہیں سمجھیں گے سر۔" کیوں کہ آپ ایک مرد ہیں اور ایک مرد کبھی بھی عورت کے دکھ اور اس کی "مجبوری کو نہیں سمجھتا۔ البتہ اس کی مجبوری کا فائدہ ضرور اٹھاتا ہے۔" لہجہ تھا یا پھر بہت سارے ٹوٹے ہوئے کانچ اسفر محض اسے دیکھ کر رہ گیا۔ بھیگی ہوئی آواز میں نجانے کتنی آہیں اور گونگی سسکیاں گونج رہی تھیں اور گیلی آنکھوں سے برسات بس برسنا ہی چاہتی تھی۔

دیکھئے مژگان آپ اپنے دل کا بوجھ مجھ سے کہہ کر ہلکا کر سکتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں بہت اچھا" انسان ہوں آپ کی ضرور مدد کروں گا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ کی مجبوری کا کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤں گا۔" وہ مضبوط لہجے میں بولا۔ وہ بھی اپنے دل میں بوجھ لئے لئے تھک گئی تھی۔ کبھی کبھی اسے یوں محسوس ہوتا کہ اس بوجھ تلے کہیں اس کا دل ہی نہ بند ہو جائے۔ اور اسفر نے اسے ارباز سے بچا کر یہ بخوبی ثابت کر دیا تھا کہ وہ اس کی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ یک لخت مژگان نے اسے سب کچھ بتانے کا فیصلہ کر لیا۔ اپنی بھابیوں اور بھائی کی کج ادائیاں 'طلاق کے بعد ماں کی موت' خاندان والوں کے رویے سب کچھ بتا دیا۔ لیکن وہ نہیں بتایا جو اسفر جاننا چاہتا تھا۔

لیکن مژگان' اس شخص نے آپ کو شادی کی دوسری صبح ہی طلاق کیوں دے دی۔" اسفر الجھتے ہوئے" استفسار کر رہا تھا۔

آپ جان کر کیا کریں گے۔ یہ راز میں کسی کو نہیں بتاؤں گی سر۔" وہ قطعیت سے بولی تو اسفر محض اسے" دیکھ کر رہ گیا۔

لیکن اتنا بتا دوں کہ..." وہ اٹک سی گئی لیکن پھر تھوڑا سنبھل کر بولی۔ "وہ شخص مجھے اپنے گھر رخصت" کر کے لے جانے کے بعد صبح ہی کمرے میں آیا تھا۔ اور طلاق کا جھومر رونمائی کے تحفے کے طور پر میری پیشانی پر سجا گیا لیکن میری اس بات پر کسی نے یقین نہیں کیا۔" وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیانام تھااس شخص کا؟" موڑ کاٹتے ہوئے اسفر نے یونہی پوچھ لیا۔
"آذر ملک۔" اسفر کا پیر یکدم بریک پر جا پڑا اور گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔ مژگان نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔ جس کا چہرہ انتہائی متغیر ہو رہا تھا۔
"سر' آپ ٹھیک تو ہیں؟" مژگان کی پریشان سی آواز اسفر کے کانوں میں آئی تو بمشکل اسفر نے اپنے آپ کو سنبھالا۔
"یس آئی ایم او کے۔"... ' 'مژگان مجھے تمہاری طلاق کی وجہ معلوم ہو گئی ہے۔" وہ دل ہی دل میں مژگان سے مخاطب ہو کر بولا اور پھر اگلے ہی پل گاڑی فل اسپیڈ پر دوڑا دی۔ جبکہ اسی اسپیڈ سے اسفر کا ذہن بھی دوڑ رہا تھا۔
دوسرے دن ہی آفس سے واپسی پر ارباز آصف نے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے اسفر پر حملہ کروا دیا۔ خوش قسمتی سے اسفر بال بال بچ گیا۔ گولی اس کے بازو کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔ پولیس نے ارباز کو گرفتار کر لیا تھا۔ اس وقت اسفر ہوسپٹل میں ایڈمٹ تھا جبکہ اس حادثے کے بارے میں مژگان کے فرشتوں تک کو خبر نہیں تھی۔ اگلے دن وہ آفس آئی تو ہر ایک کی زبان پر اسفر کے ساتھ ہونے والے حادثے کا ذکر تھا۔ جسے سن کر وہ سناٹے میں آ گئی۔ دماغ جیسے ماؤف سا ہو گیا۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ بھابی ٹھیک کہتی ہیں میں ہوں ہی منحوس' ہر کوئی میری بدولت دکھ اور مشکل میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ شرمندگی و ندامت کے سمندر میں ڈبکیاں کھانے لگی۔

"ارے آذر تم! پاکستان کب آئے؟" اسفر جو ہوسپٹل کے بیڈ پر لیٹا میگزین دیکھ رہا تھا آذر کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر انتہائی متعجب ہو کر بولا۔ جبکہ لہجہ جوش و خوشی سے بالکل عاری تھا۔
"پہلے تم یہ بتاؤ' تم ٹھیک تو ہو۔" وہ اس کی حیرانی کو نظر انداز کرتے ہوئے انتہائی متفکرانہ انداز میں بولا۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اسفر اس کی پریشانی دیکھتے ہوئے دھیرے سے مسکرا دیا۔

"یہ تم نے بیٹھے بٹھائے کس بات پر اپنے بزنس پارٹنرز سے دشمنی مول لے لی۔ میں کل شام ہی بزنس کے سلسلے میں یہاں آیا اور آج تمہارے گھر گیا تو دینو بابا سے معلوم ہوا کہ موصوف اسپتال میں زخمی پڑے ہیں۔ آذر تفصیل سے بولا۔

بس یار ایسا بھی ہو جاتا ہے۔" وہ ٹالنے والے انداز میں بولا۔ "اور تم سناؤ کیسے ہو اور فرحین کیسی ہیں؟" اسفر کے استفسار پر آذر کے مسکراتے ہونٹ یک لخت سمٹ گئے۔

اسفر' آذر اور فرحین یہ تینوں یونیورسٹی کے زمانے کے گہرے دوست تھے جبکہ فرحین اور آذر ایک دوسرے کو بہت پسند کرتے تھے۔ ایم بی اے کرنے کے بعد فرحین اپنے والدین کے ساتھ لندن سیٹل ہو گئی تو آذر بھی اعلیٰ تعلیم کے حصول اور فرحین کی کشش میں لندن چلا گیا۔ جبکہ اسفر علی خان نے اپنے باپ کا بزنس سنبھال لیا۔ آذر کے جانے کے کچھ عرصے بعد ہی اس کی بہن کے ساتھ بہت بڑا حادثہ ہو گیا چونکہ اسفر آذر کے گھر آتا جاتا تھا لہٰذا ہر بات سے واقف تھا۔ اسے بھی نشاء کی بے بس موت کا سخت رنج ہوا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ آذر نشاء کے قاتل سے بدلہ لینے کے لئے سخت بے چین ہے لیکن وہ یہ

نہیں جانتا تھا کہ وہ اپنی معصوم بہن کا انتقام اسی جیسی ایک معصوم اور بے گناہ لڑکی یعنی اس شخص کی بہن سے لے گا۔ جس کا نام مژگان حیدر تھا۔ جو آذر کے انتقام کی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔ کتنی مماثلت تھی نشاء اور مژگان میں ایک ابن آدم کی ہوس کا نشانہ بنی اور دوسری ابن آدم کے ہی اندھے انتقام کا شکار ہوئی۔ ایک نے اس سے زندگی کا حق چھین کر موت کے ہولناک اندھیروں میں دھکیل دیا اور دوسرے نے اس کا مان' غرور اور اس کے پندار کو چھین کر اسے اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا لیکن مژگان نشاء سے کہیں زیادہ بہادر نکلی اس نے رسوائیوں کے خوف سے خودکشی نہیں کی۔ بلکہ ہر تیر ہر وار کو اپنے

دل میں سہا۔ اس نے زندگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حالات کا مقابلہ کیا۔

"اسفر' اسفر۔"

"آں ہاں۔" اسفر' آذر کی آواز پر جیسے گہری نیند سے جاگا۔

"تم ٹھیک تو ہو۔" آذر پریشان ہو کر بولا۔

"ہاں ٹھیک ہوں' کیوں کیا ہوا؟" اسفر دھیرے سے بولا۔

"اتنی دیر سے میں بول رہا ہوں اور تم نجانے کن بھول بھلیوں میں گم ہو۔" وہ خفا خفا سا بولا۔

"سوری یار۔" وہ شرمندہ ہو گیا۔ "تم نے بتایا نہیں فرحین کیسی ہے؟" اچانک اسے اپنا سوال یاد آ گیا۔

"فرحین ٹھیک نہیں ہے اسفر۔" آذر کے لہجے میں جیسے دکھ سمٹ آیا۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"اسفر فرحین کبھی ماں نہیں بن سکتی۔" آذر انتہائی آزردگی سے بولا۔

"اوہ۔" یہ سن کر اسے بھی دکھ ہوا۔

"جانتے ہو اسفر' وہ کہتی ہے کہ ہمیں اس کی بددعا لگی ہے' اسفر اس کی سسکیوں نے ہماری زندگی سے قہقہوں کو چھین لیا' ہمیں اس کے آنسوؤں نے ہماری خوشیوں کے رنگوں کو بہا دیا' اس کی آہوں نے ہمیں ٹھنڈی بہاروں سے نکال کر جلتے ہوئے خزاں کے موسم میں دھکیل دیا۔" آذر بکھرا بکھرا سا بولے جا رہا تھا۔ اوہ تو تم بھی مژگان کو دکھ دے کر خوش نہیں رہے اور خوش رہ بھی کیسے سکتے تھے۔ ایک معصوم اور بے گناہ کو تم نے اپنے بدلے کی صلیب پر جو چڑھا دیا تھا۔ وہ تاسف سے سوچ گیا۔

"اسفر' جن دنوں تم مانچسٹر گئے تھے میں پاکستان آیا تھا۔ میں نشاء کا انتقام لینے کے لئے بالکل اندھا ہو گیا تھا۔ میں فول پروف پلان کے ساتھ یہاں آیا اور اس ذلیل انسان کی بہن سے شادی کی اور پھر اگلی صبح ہی طلاق نامہ اس کے ہاتھوں میں تھما کر اپنا انتقام پورا کر لیا۔ لیکن اسفر یقین کرو' اس دن کے بعد سے ہی میں بہت بے سکون ہو گیا۔ میرا ضمیر مجھے ہر وقت سرزنش کرتا ہے مجھے ڈائریکٹ کامران حیدر سے

انتقام لینا چاہیئے تھا لیکن میں انتقام کی آگ میں بالکل اندھا ہو گیا تھا۔" وہ ندامت سے چور لہجے میں بولا۔
اسفر بالکل خاموش بیٹھا اس کی کتھا سن رہا تھا۔ جو وہ پہلے سے ہی جانتا تھا۔
"مجھے اس کی بہن کو مہرہ نہیں بنانا چاہیئے تھا' بلکہ اس کمینے سے۔"
وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" اسفر اس کی بات کاٹ کر آہستگی سے بولا۔ آزر جیسے بھونچکا سارہ گیا۔"
"تمہیں کیسے معلوم کہ کامران حیدر۔"
اسفر کو آذر کے سوال کا جواب دینے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ کوئی دروازے پر دستک دے کر اندر داخل"
ہوا' جسے دیکھ کر آذر کے سر پر ساتوں آسمان گر پڑے اور مقابل کی حالت بھی آذر سے مختلف نہیں
تھی۔ ساکت ہاتھوں سے یک لخت پھولوں کا بوکے گرا اور وہ الٹے پاؤں تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔
مژگان...!" آذر انتہائی بے چینی کے عالم میں اسے پکارتا ہوا باہر کی طرف لپکا لیکن وہ ہوا کے جھونکے کی"
مانند یہ جا وہ جا۔
اسفر! یہ یہاں کیسے آئی؟ کیا تم اسے جانتے ہو' اسفر پلیز ٹیل می۔" آذر تڑپ کر اسفر کے قریب آیا اور"
اس کو اپنے ہاتھوں سے جھنجوڑ ڈالا اور پھر اسفر نے اسے سب کچھ بتا دیا۔
تم میں اور کامران حیدر میں کیا فرق ہے آذر' کامران حیدر نے نشاء کو رسوائیوں کے اندھیرے میں"
دھکیلا اور تم نے مژگان کو بدنامیوں کے غار میں لیکن مژگان بہت عظیم نکلی۔ اس نے کسی کے بھی سامنے
تمہیں برا بھلا نہیں کہا اور مجھے یقین ہے کہ اس نے تمہیں کبھی بد دعا بھی نہیں دی ہو گی۔ اس نے تو انتہائی
ضبط و صبر کے ساتھ اپنے بھائی کے گناہ کو اپنے بے داغ دامن مین چھپا لیا اور تمہاری کم ظرفی

اور درندگی کو اپنے آنچل میں باندھ لیا بلکہ در پردہ اس نے تمہاری بہن کی رسوائیوں کو بھی اپنے سینے میں
چھپا لیا ورنہ حقیقت کھلنے پر لوگ تمہاری معصوم بہن پر بھی کیچڑ اچھالنے سے دریغ نہیں کرتے۔ نہیں آذر

ملک! وہ عظیم لڑکی کبھی بد دعا نہیں دے سکتی۔ اس کا ضبط و صبر تم دونوں کو لے ڈوبا۔" اسفر بولتا چلا گیا اور آذر گویا ندامت اور شرمندگی کے گہرے کنویں میں اتر گیا۔

☆☆☆ختم شد☆☆☆